17 تا 23 اپریل 2008ء / 10 تا 16 ربیع الثانی 1429ھ
www.tanzeem.org

زندگی کی شاخ سے پھوٹے......
تقویٰ اور تعمیر سیرت
وزیراعظم پاکستان کے لئے چند مشورے
چائے پلاؤ چائے
کرپشن: معاشرے کا ناسور
5 جون 1963 کی چنگاری
شوہر کی اطاعت کیوں ضروری ہے؟
جے ہڈ کی پاکستان میں تعیناتی
دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

انسانیت کے خلاف گھناؤنا جرم

یہ حقیقت پوری طرح منکشف ہوگئی ہے کہ اسلام ہی نوعِ بشری کو اُن تباہ کن خطرات سے نجات دلاسکتا ہے جو نظر کو خیرہ کردینے والی مادی تہذیب کی جلو میں اس کی طرف کشاں کشاں بڑھ رہے ہیں اور اسلام ہی انسانیت کو ایک ایسا نظامِ زندگی عطا کرسکتا ہے جو اس کی فطرت اور حقیقی ضروریات کے مطابق ہو۔ اسلام ہی وہ دین ہے جو زندگی کا ایک ایسا واقعی نظام قائم کرسکتا ہے جو مادی ترقی اور رُوحانی ترقی میں ایسی ہم آہنگی پیدا کردے گا جس کی مثال ساری تاریخِ انسانی میں سوائے نظامِ اسلامی کے کہیں نہیں مل سکتی۔

مذکورہ بالا مسلمہ حقائق کے بعد اس جُرم کے گھناؤنے پن سے بھی پردہ اُٹھ جاتا ہے جس کا ارتکاب ساری انسانیت کے خلاف وہ لوگ کررہے ہیں جو ہر جگہ تحریکِ اسلامی کے علمبرداروں کو نقصان پہنچانے کے لیے کاری ضربیں لگارہے ہیں، جو اسلامی نظام کے آثار ونقوش مٹانے اور راہِ نجات کی متلاشی نوعِ انسانی کی آنکھوں سے اسلام کو اُوجھل کردینے اور کسی ”نجات دہندہ“ کے لیے سراپا انتظار انسانیت کو مختلف حیلوں بہانوں اور مکر و فریب کے ہتھکنڈوں کے ذریعے اسلام سے دُور کردینے کے لیے اپنی ساری قوتوں کو مجتمع کررہے ہیں۔

یہ ساری انسانیت کے خلاف ایک نہایت گھناؤنا جُرم ہے۔ اس مظلوم انسانیت کے خلاف جو مغرب کی خلافِ فطرت تہذیب اور مادہ پرستانہ تمدن سے تنگ آچکی ہے، بقول ڈاکٹر کیرل کے جو مادی فلسفے کے غلبے کی زَد میں ہے اور بقول مسٹر ڈلس کے جو آنکھوں کو خیرہ کردینے والی مادی تہذیب کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی کشاں کشاں تباہی و بربادی کے گڑھے کی طرف بڑھ رہی ہے یعنی وہ ہر لحہ اُس خوفناک تباہی و بربادی کے گڑھے سے قریب تر ہوتی جارہی ہے جس سے نجات کی راہ سوائے دینِ اسلام کے کہیں نہیں۔ مگر انسانیت کے دُشمن رُوئے زمین پر ہر جگہ مختلف سازشوں اور حیلوں بہانوں کے ذریعے اسلام سے برسرِ پیکار ہیں۔

سید قطب شہیدؒ

الھدیٰ (317)

سورۃ الانعام

(آیات: 111 تا 113)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ○ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۭ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ○ وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ○﴾

”اور اگر ہم اُن پر فرشتے بھی اتار دیتے اور مردے بھی اُن سے گفتگو کرنے لگتے اور ہم سب چیزوں کو اُن کے سامنے لاموجود بھی کر دیتے تو بھی یہ ایمان لانے والے نہ تھے۔ اِلا ماشاء اللہ بات یہ ہے کہ یہ اکثر نادان ہیں۔ اور اسی طرح ہم نے شیطان (سیرت) انسانوں اور جنوں کو ہر پیغمبر کا دشمن بنا دیا تھا۔ وہ دھوکا دینے کے لئے ایک دوسرے کے دل میں ملمع کی باتیں ڈالتے رہتے تھے۔ اور اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے تو اُن کو اور جو کچھ یہ افتراء کرتے ہیں اسے چھوڑ دو۔ اور (وہ ایسے کام) اس لئے بھی (کرتے تھے) کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اُن کے دل ان کی باتوں پر مائل ہوں اور وہ انہیں پسند کریں اور جو کام وہ کرتے تھے وہی کرنے لگیں۔“

کفارِ قریش معجزہ دکھانے کا مطالبہ کر رہے تھے۔ اس کا جواب پچھلی آیات میں آ چکا ہے۔ یہاں اللہ فرماتا ہے اور اگر ہم اُن (کفار) کی طرف فرشتے نازل کر دیتے اور مردے اٹھ اٹھ کر اُن سے باتیں کرتے اور ہم ہر چیز ان کے سامنے لا کر رُو در رُو جمع کر دیتے، تب بھی یہ ایمان لانے والے نہیں تھے، اِلا یہ کہ اللہ چاہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اُن لوگوں کی اکثریت جہلاء پر مشتمل ہے اور جاہل وہ لوگ ہیں جو جذبات کی رو میں بہہ جاتے ہیں اور عقل سے کام نہیں لیتے۔

یہ آیت فلسفہ دعوت و تحریک کے ضمن میں بڑی اہم ہے۔ مقامِ غور ہے کہ اللہ کے نبی کے لیے تو مدد ہونی چاہیے۔ اللہ نے اُن کے خلاف جنوں اور انسانوں میں سے سرکش افراد کو کھڑا کر دیا۔ یہ اس لئے تا کہ حق و باطل کی کشاکش ہو اور یہ تمیز ہو جائے کہ کون حق پرست ہے اور کون باطل کا ساتھ دینے والا ہے۔ کون ہے جو حق کی خاطر جان کا نذرانہ پیش کر رہا ہے اور کون لہو لگا کر شہیدوں میں شامل ہونا چاہتا ہے۔ یہ دنیا آزمائش کے لئے بنائی گئی ہے۔ اگر شر کا وجود ہی نہ ہو بلکہ صرف خیر ہی خیر ہو تو آزمائش کہاں ہو گی۔ گویا انبیاء اور اہل ایمان کی آزمائش کے لئے اللہ تعالیٰ نے سرکش پیدا کئے، تا کہ اہل حق اس چیلنج کو قبول کر کے سرخرو ہوں اور اونچے مرتبے حاصل کریں۔ چنانچہ ہر نبی کے لئے جن و انس میں سے شیطان اٹھائے گئے، جو ایک دوسرے کو اشاروں کنایوں میں ملمع کی ہوئی، فریب دینے والی باتیں بتاتے ہیں۔ جن شیطان انسان شیطان کے کان میں پھونک مارتا ہے، رکو رکو، دیکھو، کہیں اپنے موقف کو چھوڑ کر حق کو قبول نہ کر لینا۔ تو اس طرح سے اُن کا آپس میں گٹھ جوڑ ہے۔ کیونکہ ہم نے خود اُن کو چھوٹ دی ہے اور اگر آپ کا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کر سکتے۔ ابوجہل کی کیا مجال تھی کہ حضرت سمیہؓ کو شہید کر دیتا۔ اللہ چاہتا تو اُسی وقت اُس کا ہاتھ شل کر دیتا۔ لیکن یہ سب کچھ اللہ کے اذن سے ہے کہ جہاں تک تم چاہو ہماری اس بندی کو آزما لو۔ تم کیا جانو کہ اس کا رتبہ ہمارے ہاں کتنا بلند سے بلند تر ہو رہا ہے۔ تو اے پیغمبر! چھوڑ دیجئے ان کو اور جو یہ افترا کرتے ہیں۔

ہمارا طریقہ یہی ہے کہ ہم اپنے بندوں پر آزمائشیں ڈالتے ہیں اور کامیابی پر انہیں نوازتے ہیں۔ دنیا میں حق و باطل کی کشاکش جاری ہے۔ کچھ لوگ حق کا ساتھ دیتے ہیں، کچھ باطل پر اڑے رہتے ہیں۔ انسانی معاشرہ مسلسل امتحان میں ہے۔ حالات واضح کر دیتے ہیں کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر، جیسا کہ سورۂ آل عمران میں ہے حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ ایسے حالات طاری کرتا ہے کہ پاک کو ناپاک سے جدا کر دیتا ہے۔ یہ آزمائشیں اس لئے ہیں کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، ان کے دل شیاطین جن و انس کی پھیلائی ہوئی باتوں کی طرف متوجہ ہو جائیں اور اُن کو پسند بھی کریں اور اپنے لئے برے اعمال کا انبار جو وہ جمع کرنا چاہیں، جمع کر لیں۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

حاجتیں اپنے رب سے مانگیں

عَنْ اَنَسٍ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((لِيَسْأَلْ اَحَدُكُمْ رَبَّهٗ حَاجَتَهٗ كُلَّهَا حَتّٰى يَسْأَلَ شِسْعَ نَعْلِهٖ اِذَا انْقَطَعَ))

(رواہ الترمذی)

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے ہر کسی کو اپنی حاجتیں اپنے ربّ سے مانگنی چاہئیں، یہاں تک کہ جوتی کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو اسی سے مانگنا چاہیے۔“

"تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 17 — 17 تا 23 اپریل 2008ء — 10 تا 16 ربیع الثانی 1429ھ — شمارہ 16

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔اے علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور۔54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔54700
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 250 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------------(2000 روپے)
یورپ'ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زندگی کی شاخ سے پھوٹے، کھلے، مرجھا گئے

مکہ کالونی گلبرگ لاہور کی ایک خاتون نے روز روز کی فاقہ کشی سے تنگ آ کر کوئٹہ سے لاہور آنے والی جعفر ایکسپریس کے سامنے کود کر اپنے دو معصوم بچوں سمیت موت کو گلے لگا لیا۔ اسلام میں خودکشی کو حرام موت قرار دے دیا گیا ہے۔ زندگی کے کسی بھی حصے میں گناہ کا ارتکاب قابلِ مذمت ہے لیکن اگر ایک مسلمان زندگی کے آخری سانس احکامِ شریعت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے لے تو یہ بڑی عبرت ناک موت ہے۔ البتہ اللہ رب العزت جو حاکمِ مطلق ہے اور بڑا غفور رحیم ہے وہ جسے چاہے بخش دے، جس کے لئے چاہے اپنے دربار سے بریت کا حکم صادر فرما دے۔ ہم اِس غریب اور بے کس خاتون کے لئے دعا گو ہیں کہ اللہ اِس کی مغفرت فرمائے اور اُس کے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دے۔ آمین یا رب العالمین۔

پاکستان میں گزشتہ چند سالوں سے خودکشی کے رجحان میں بہت اضافہ ہوا ہے۔ اِن میں اکثریت اُن بدقسمت افراد کی ہوتی ہے جو بھوک اور افلاس کے ہاتھوں مجبور ہو کر اِس قبیح فعل کا ارتکاب کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا انسانی زندگی اتنی حقیر اور معمولی شے ہے کہ روٹی سے محرومی پر ٹرین تلے روند دی جائے اور کیا صرف خودکشی کرنے والا ہی مجرم اور سزا کا حق دار ہے؟ پھر یہ کہ کیا معاشرہ اور ریاست بالکل بری الذمہ ہیں؟ سوچنے کا مقام ہے کہ آخر یہ لوگ اُس موت کو کیوں خود گلے لگا لیتے ہیں جسے سامنے دیکھ کر بڑے بڑے جغادریوں کا پتہ پانی ہو جاتا ہے اور کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ جہاں تک بنیادی انسانی ضروریات کے حوالہ سے حکومت کی ذمہ داریوں کا تعلق ہے، حضرت عمرؓ نے یہ کہہ کر دریا کو کوزے میں بند کر دیا کہ اگر فرات کے کنارے ایک کتا بھی بھوک سے مر گیا تو اِس پر مجھے قیامت کے روز جواب دینا پڑے گا۔

بدقسمتی سے آج کے علماء اور خطباء نے یہ کہہ کر اِس انتہائی سنگین مسئلے سے صرفِ نظر کیا کہ اللہ رازق ہے اور اپنے خطابات کو نماز، روزہ اور انذارِ آخرت تک محدود رکھا۔ جس سے عام مسلمان نے یہ تاثر لیا کہ میری بھوک اور بیماری سے دینی عناصر لاتعلق ہیں اور غیر مسلموں نے یہ تاثر لیا کہ شاید اسلامی نظام سوشل جسٹس کا کوئی تصور نہیں رکھتا۔ ہمیں تسلیم کرنا چاہئے کہ دین سے تعلق رکھنے والی تمام جماعتیں اور مدارس کے علماء اور خطباء سے بالعموم یہ کوتاہی سرزد ہوئی ہے (اِلّا ماشاء اللہ) کہ انہوں نے اِسلام کے معاشی نظام کو کھل کر اور پُرزور انداز میں پیش نہیں کیا۔ اللہ یقیناً رازق ہے لیکن وہ قرآنِ حکیم میں بنیادی معاشی اصول بیان کرتا ہے، مثلاً وہ دولت کے چند ہاتھوں میں گردش کرنے کو غلط اور ناجائز قرار دیتا ہے۔ زکوٰۃ کے ذکر کو نماز کے ذکر کے ساتھ جوڑ دیا ہے۔ پھر یہ کہ اگرچہ شریعتِ اسلامیہ میں ڈھائی فیصد زکوٰۃ کا ادا نہ کرنا سنگین جرم ہے لیکن قرآنِ حکیم تو یہ اخلاقی تعلیم بھی دیتا ہے کہ جو کچھ بچ جائے اپنے ضرورت مند بھائیوں میں تقسیم کر دو۔ ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ اِن بنیادی اصولوں پر معاشی پالیسی ترتیب دینے سے بھوک کا نام ونشان مٹ جائے گا۔

پاکستان کی اضافی مصیبت یہ بھی ہے کہ دیہاتوں میں جاگیرداری سسٹم غریب ہاری کی زندگی کو اجیرن کئے ہوئے ہے اور شہروں میں صنعت کار اور تاجر غریب کا خون نچوڑ رہے ہیں اور یہی لوگ اسمبلیوں میں بیٹھے یا جرنیلی تمغے وردی پر سجائے حکومت کر رہے ہیں۔ لہٰذا کوئی ایسا قانون نہیں بن سکتا جو ہاری اور مزدور کی زندگی کو تحفظ فراہم کرے۔ ایک وقت تھا جب اشتراکیت کا ڈنکا بج رہا تھا تو مولوی نے اِس مسئلے کو اُجاگر کرنے سے شاید اس لئے گریز کیا کہ اُس پر سوشلسٹ یا اشتراکی ہونے کا لیبل نہ لگ جائے۔ سوشلزم اپنی موت مر چکا ہے۔ اب علماء حضرات کو اِس حوالہ سے بھی میدان میں نکلنا چاہئے کہ وہ ریاست کو مجبور کریں گے کہ معاشی انصاف کے ذریعے لوگوں پر اُن کی زندگیاں آسان کی جائیں۔ اِس لئے کہ فقر انسان کو کفر کی طرف لے جاتا ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مغربی یورپ کی وہ فلاحی مملکتیں جہاں حکومت ہر بے روزگار (باقی صفحہ 17 پر)

ایک نوجوان کے نام

(بالِ جبریل)

ترے صوفے ہیں افرنگی، ترے قالیں ہیں ایرانی — لہو مجھ کو رلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی!

امارت کیا، شکوہِ خسروی بھی ہو تو کیا حاصل؟ — نہ زورِ حیدریؓ تجھ میں نہ استغنائے سلمانیؓ

نہ ڈھونڈ اِس چیز کو تہذیبِ حاضر کی تجلّی میں! — کہ پایا میں نے استغنا میں معراجِ مسلمانی!

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں — نظر آتی ہے اس کو اپنی منزل آسمانوں میں!

نہ ہو نومید، نومیدی زوالِ علم و عرفاں ہے — امید مردِ مومن ہے خدا کے رازدانوں میں!

نہیں تیرا نشیمن قصرِ سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے! بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں!

ہر چند کہ یہ نظم اپنے عنوان کے اعتبار سے ایک نوجوان کے نام ہے، لیکن عملاً یہاں اقبال نے ملتِ اسلامیہ کے تمام نوجوانوں کو مخاطب کرتے ہوئے نصیحت کی ہے کہ تمھیں تن آسانی اور تفریح پسندی زیب نہیں دیتی، بلکہ تمھیں جفاکش ہونا چاہیے اور ضروری ہے کہ حضرت علیؓ کی سی طاقت و جرأت اور حضرت سلمان فارسیؓ جیسا استغنا اپنے آپ میں پیدا کرو۔ یہی عوامل دنیا میں کامیابی و کامرانی کی دلیل ہیں۔

1۔ اے نوجوان! ہر چند کہ تیرے ایوانِ راحت میں عیش و عشرت کے تمام لوازمات یکجا نظر آتے ہیں۔ اس کا اندازہ یوں ہوتا ہے کہ تیرے جو صوفے بچھے ہوئے ہیں، وہ مغربی طرز کے ہیں اور کمروں کو ایرانی قالینوں سے مزین کر رکھا ہے۔ بے شک تیرے پاس دولت ہے، اور دولت کی نمائش کا حق بھی تجھے حاصل ہے۔ لیکن ان نمائشی اشیاء کی موجودگی سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ تجھے آرام پسندی اور عیش و عشرت کے سوا اور کسی چیز سے دلچسپی نہیں، اور یہی وہ المیہ ہے جو مجھے خون کے آنسو رُلاتا ہے۔

2۔ اے نوجوان! یہ امارت و دولت تو الگ رہی، اگر تجھے کسی ملک کی بادشاہت بھی مل جائے تو اس سے اُس وقت تک کچھ حاصل نہ ہوگا، کہ اس بادشاہت کو مضبوط و مستحکم رکھنے کے لیے تجھ میں حضرت علی حیدرِ کرارؓ جیسی طاقت و جرأت کے علاوہ حضرت سلمان فارسیؓ جیسی بے نیازی موجود نہ ہو، اور تُو علائقِ دنیوی سے بالکل بے نیاز نہ ہو جائے۔

(استغنائے سلمانیؓ: استغنا کے لفظی معنی ہیں بے نیازی، دل کی سیری، ہر قسم کی احتیاج سے بے پروائی۔ سلمانی، اشارہ ہے حضرت سلمان فارسیؓ کی طرف)

3۔ اور اِس نوع کی بے نیازی عہدِ حاضر کی مادی تہذیب کی چکا چوند میں تلاش کرنا مشکل ہی نہیں، بلکہ ناممکنات سے ہے، کہ اس تہذیب نے حرص و ہوس جیسی لعنتیں انسان کے نفس پر مسلط کر دی ہیں، جن سے چھٹکارا صرف اسی صورت میں مل سکتا ہے کہ پیغمبرِ اسلام کی تعلیمات پر عمل کرے۔ انھی تعلیمات کے ذریعے مسلمان عروج و ارتقا کی منازل طے کرنے کے اہل ہو سکتے ہیں۔

4۔ اے میرے عزیز! تجھے اِس حقیقت کا مکمل شعور ہونا چاہیے کہ جب نوجوانوں میں بلند ہمتی اور ارادوں میں استحکام کے جوہر پیدا ہوتے ہیں تو وہ اپنی منزلِ مقصود کی معراج کو چُھو لیتے ہیں۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ہمت و حوصلے کے بغیر منزل تک رسائی ممکن نہیں۔

5۔ بے شک حالات کتنے ہی ناگفتہ بہ ہوں اور فضا کتنی ہی ناسازگار ہو، اس سے مایوس نہ ہونا چاہیے، کہ اس نوع کی مایوسی اور ناامیدی اُس وقت جنم لیتی ہیں جب فرد میں علم و عرفان کے جوہر زائل ہو جاتے ہیں، اور وہ اپنی ذات کی شناخت کے عمل اور معرفتِ خداوندی سے محروم ہو جاتا ہے۔ امید ہی پر دنیا قائم ہے۔ انسان کے لیے لازم ہے کہ منزل کو پالینے کے لیے عملی جدوجہد کرتا رہے، اور اس کا نتیجہ کیا حاصل ہوگا، یہ کہ سب کچھ خدا پر چھوڑ دے۔ مومن کی حقیقی شان اور اُس کا کردار یہی ہے۔

6۔ اے نوجوان! اس ضمن میں آخری بات یہ ہے کہ جس طرح شاہین کسی ایسے مقام پر نہیں ٹھہرتا، جہاں محض مصنوعی آرام و آرائش ہو، بلکہ وہ تو پہاڑوں کی سنگلاخ چٹانوں میں جا کر بسیرا کرتا ہے، تُو بھی شاہین کے مانند ہے جس کی عملی زندگی آرام و آرائش اور عیش و عشرت تک محدود نہیں ہونی چاہیے، بلکہ جفاکشی اور بلند حوصلگی تیرا شعار ہونا چاہیے۔

تقویٰ اور تعمیر سیرت

"اے انسان، کس چیز نے تجھے اپنے اُس ربِّ کریم کی طرف سے دھوکے میں ڈال دیا جس نے تجھے پیدا کیا، تجھے نِک سُک سے درست کیا، تجھے متناسب بنایا، اور جس صورت میں چاہا تجھ کو جوڑ کر تیار کیا؟" (القرآن)

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید کے 4 اپریل 2008ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[آیات قرآنی کی تلاوت اور خطبہ مسنونہ کے بعد]

پچھلے جمعہ تقویٰ کی اہمیت اور اس کی حقیقت کے موضوع پر گفتگو ہوئی تھی۔ قرآن مجید میں بار بار تقویٰ کا تاکیدی حکم آیا۔ اہل ایمان سے بار بار تقویٰ کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ کے تقویٰ کی تاکید مختلف اسالیب میں آئی ہے، 72 مرتبہ "اِتَّقُوا اللّٰہَ" (اللہ کا تقویٰ اختیار کرو) کے الفاظ کے ساتھ، 54 مرتبہ "اِتَّقُوا رَبَّکُمْ" (اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو)، 4 مرتبہ "اِتَّقِ اللّٰہَ" یعنی (اللہ کا تقویٰ اختیار کر) کے ساتھ، اسی طرح اِتَّقُوْہُ کے الفاظ بھی آئے ہیں، یعنی "(اے مسلمانو!) اس کا تقویٰ اختیار کرو۔" یہ ہ کی ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے۔ کہیں انداز ہے، "فَلْیَتَّقُوا اللّٰہَ" (چاہیے کہ وہ اللہ کا تقویٰ اختیار کریں)۔ اسی طرح سے "وَاتَّقِیْنَ اللّٰہَ" کے الفاظ بھی آئے ہیں جہاں ازواج مطہرات، امہات المومنین سے خطاب کرکے انہیں تقویٰ کی تاکید کی گئی۔ نبی اکرم ﷺ کو ذاتی طور پر بھی تقویٰ کی تاکیدیں کی گئی ہے: ﴿یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰہَ﴾ "اے نبیؐ! اللہ کا تقویٰ اختیار کیجیے"۔ یہ جو بار بار تاکید آ رہی ہے، کیا ہمیں اس کا احساس ہے کہ اس ہدایت یا حکم کا تعلق ہماری عملی زندگی سے ہے۔ جب ہمیں بار بار حکم ہو رہا ہے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، تو ہمیں سوچنا چاہیے کہ اس حکم پر عمل کیسے کریں، اس کی عملی شکل کیا ہوگی۔

تقویٰ کا اصل مفہوم ہے "بچنا"۔ انسان ان چیزوں سے بچتا ہے جن سے وہ کوئی خوف بھی رکھتا ہو۔ چنانچہ عام طور پر "اتقو اللہ" کا ترجمہ "اللہ سے ڈرو" کیا جاتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ ان کاموں سے بچو جو اللہ کو ناراض کرنے کا موجب بن سکتے ہیں، ان اعمال سے بچو جن کے نتیجے میں تم پر اللہ کا عذاب لاحق ہو سکتا ہے۔ ہر وہ شے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہو، تم شعوری طور پر کوشش کرو کہ اس سے بچو۔ یہ ہے اصل میں تقویٰ۔ تقویٰ کی بنیاد ایمان ہے۔ بلکہ یہ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ ایمان ہوگا تو انسان تقویٰ کی روش اختیار کرے گا، اور جوں جوں تقویٰ اختیار کرے گا، اس کے ایمان میں بھی اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ حدیث جبرئیل کے مطالعہ سے عیاں ہے کہ ایمان کا اعلیٰ ترین درجہ "احسان" ہے۔ تقویٰ کے نتیجے میں ایمان بڑھتے بڑھتے درجہ ولایت، درجہ احسان تک پہنچ جاتا ہے۔ سورۃ مائدہ میں فرمایا:

﴿لَیْسَ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِیْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ؕ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۹۳﴾﴾

"جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے، اُن پر اُن چیزوں کا کچھ گناہ نہیں جو وہ کھا چکے۔ جب کہ انہوں نے پرہیز کیا اور ایمان لائے اور نیک کام کیے۔ پھر پرہیز کیا اور ایمان لائے۔ پھر پرہیز کیا اور نیکوکاری کی۔ اور اللہ نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے۔"

اس آیت مبارکہ میں تقویٰ کا ذکر تین مرتبہ آیا۔ ایمان کا پہلا درجہ اسلام ہے، زبان سے اقرار کر لیا۔ اگرچہ ابھی دلی یقین حاصل نہیں ہے۔ اور احکام شریعت پر عمل شروع کر دیا، جن چیزوں سے اللہ نے روکا ہے، ان سے رکنا شروع کر دیا۔ اب کیا ہوگا؟ ایمان بننا شروع ہو جائے گا۔ نور ایمان سینے میں پیدا ہوگا۔ جتنا تقویٰ اختیار کریں گے، یہ نور ایمان بڑھے گا۔ یہاں تک کہ وہ تقویٰ آگے بڑھتے بڑھتے ایمان کے بھی سب سے اونچے درجہ احسان تک پہنچ جائے گا اور اللہ اُن سے محبت رکھتا ہے جو درجہ احسان پر فائز ہیں۔ جو محسنین ہیں۔ اور محسنین وہ لوگ ہیں جو حسن عمل کا مظاہرہ کرنے والے ہیں۔ اللہ کی بندگی انتہائی خوبی اور عمدگی کے ساتھ کرتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ یہ کیفیت تبھی ممکن ہے کہ جب یہ یقین حاصل ہو کہ میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے۔

لفظ تقویٰ کے حوالے سے ایک بات اور سمجھ لیجیے کہ "عبادت" کا لفظ بھی تقویٰ کی طرح قرآن کی اہم اصطلاح ہے۔ عبادت کا مطلب ہے اللہ کی غلامی اور بندگی کرنا، اس کے ہر حکم کو ماننا، جس کو کرنے کا حکم ہے، اس پر عمل کرنا اور جس سے روک دیا گیا ہے اس سے باز آ جانا۔ عبادت کے اندر ایک مثبت جذبہ ہوتا ہے، اور وہ محبت ہے۔ ابن القیمؒ عبادت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "یعنی عبادت کی دو بنیادیں ہیں۔ حد درجہ محبت کے جذبہ کے ساتھ اللہ کے ہر حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا"۔ عبادت میں محبت کا مثبت عنصر غالب ہے جبکہ تقویٰ کے اندر منفی پہلو ہے۔ اسی لیے ترجمہ کیا ہے، اللہ سے ڈرو۔ تقویٰ میں اللہ کی عظمت، اس کا دبدبہ، اس کا رعب، اس کی ذات کی کبریائی کے احساس کا عنصر ہے جو راستی پر قائم رکھتا ہے۔ دین میں مطلوب بھی یہی ہے۔ اللہ کے ساتھ ایک بندۂ مومن کا رشتہ ان دونوں انتہاؤں کے درمیان ہونا چاہیے۔ ایک طرف اللہ کی رحمت سے اُمید بھی ہو، اور دوسری طرف اس کے عذاب کا شدید خوف بھی ہو۔ عبادت کے اندر جو مثبت پہلو ہے، وہ بھی اسی منزل کی طرف لے جاتا ہے کہ پوری زندگی انسان اللہ کی مرضی کے مطابق گزارے۔ تقویٰ کا بھی یہی تقاضا ہے۔ جیسے بجلی کے کرنٹ میں نیگیٹو اور پازیٹو مل کر تکمیل کرتے ہیں، اسی طرح محبت کے ساتھ تقویٰ کا منفی کرنٹ ہے۔ یہ بھی اپنی جگہ ضروری ہے، اس لیے کہ اگر خوف خدا کے احساس کو ہم نظر انداز کر دیں، تو پھر دوسری انتہا کو پہنچ جائیں گے، جس کا ذکر قرآن مجید کی سورۃ انفطار میں کیا گیا ہے:

"اے انسان! تجھ کو اپنے پروردگار کرم گستر کے باب میں کس چیز نے دھوکا دیا۔" (آیت: 4)

انسان جب اللہ کے خوف سے بے نیاز ہو جاتا ہے،

تو یہ خیال کر کے گناہوں پر جری ہو جاتا ہے کہ اللہ تو بڑا غفور رحیم ہے۔ وہ تو بخشنے کے بہانے تلاش کرتا ہے۔ ہم اس کے بندے ہیں۔ ٹھیک ہے، ہم گناہ گار ہیں، بدکار ہیں، ذلت میں ڈوبے ہوئے ہیں، یہ سب کچھ ہے، لیکن وہ ہمیں سزا نہیں دے گا۔ اس تصور کی قرآن نے شدید مذمت کی ہے۔ یہ آخرت کا عملی انکار ہے۔ قرآن میں جگہ جگہ جنت کے ساتھ دوزخ کا ذکر ملتا ہے، بلکہ جہنم سے زیادہ ڈرایا گیا ہے۔ معاذ اللہ یہ کلام بے معنی تو نہیں ہے۔ درحقیقت خوف و رجا دونوں پہلوؤں کو پیش نظر رکھنے سے ایمان کی تکمیل ہوتی ہے۔

آئیے، اب دوبارہ موضوع کی طرف آئیں۔ تقویٰ کے حوالے سے اگر ہم معاشرے میں اپنے طرزِ عمل کا جائزہ لیں تو افسوسناک صورتحال دکھائی دیتی ہے۔ اگرچہ عبادت ہو رہی ہے، کچھ حرام چیزوں سے بھی بچا جا رہا ہے، لیکن معیشت میں بڑے بڑے حرام امور جاری ہیں، حالانکہ ان سے بچنا ازحد ضروری ہے۔ سورۃ البقرہ کے 23 ویں رکوع میں روزے کی فرضیت، اس کے احکامات اور اس کی حکمت بیان ہوئی ہے۔ وہاں بتایا گیا کہ روزے کا اصل مقصد تقویٰ حاصل کرنا ہے۔ ”مومنو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں۔ جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بنو۔“ (آیت :183) اس رکوع کے آخر میں فرمایا گیا: ”اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ اس کو (رشوۃً) حاکموں کے پاس پہنچاؤ تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ ناجائز طور پر کھا جاؤ اور (اسے) تم جانتے بھی ہو۔“ (آیت: 188) بظاہر اِس آیت سے لگتا ہے کہ اس کا تقویٰ کے مضمون سے تعلق نہیں ہے، لیکن فی الواقع ایسا نہیں ہے۔ اِس کا تقویٰ سے گہرا تعلق ہے۔ یہاں اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ رشوت کے ذریعے تم کوئی ایسا مفاد حاصل کرو جس کا تمہیں کوئی حق نہیں ہے تو یہ اصل میں تمہارے تقویٰ کا عملی ٹسٹ ہے۔ یہ سب سے اہم آزمائش ہے کہ حرام کھانے سے باز آتے ہو کہ نہیں۔ تقویٰ یہ نہیں ہے کہ ایک خاص قسم کا لباس پہن لو اور پھر متقی کہلاؤ بلکہ تقویٰ کا اصل ٹیسٹ یہ یقین ہے کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے اور اِس یقین کی بنا پر اللہ کی منع کی ہوئی چیزوں سے بچو۔ محض صرف ظاہری وضع قطع بنانے سے تقویٰ حاصل نہیں ہوگا۔ انسان کا معاملہ یہ ہے کہ وہ مال کی محبت میں بہت پختہ ہے۔ ”وہ تو مال کی سخت محبت کرنے والا ہے۔“ (العادیات:8) اس کے لیے وہ اپنا ایمان بھی بیچ دیتا ہے۔ حالانکہ یہ مال و اولاد تو اصل میں ذریعہ آزمائش ہے۔ قرآن عزیز کہتا ہے: ”اور جان رکھو کہ تمہارا مال اور اولاد بڑی آزمائش ہے اور یہ کہ اللہ کے پاس (نیکیوں کا) بڑا ثواب ہے۔“ (الانفال: 28) یعنی تمہارے مال و اولاد کے ذریعے اللہ تمہارے ایمان کا امتحان کر رہا ہے۔ اگر تم واقعی متقی بننا چاہتے ہو تو حرام مال سے بچو، کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے بچ سکو۔

آج کل کے دجالی دور میں سود پوری دنیا کی معیشت کے اندر تانے بانے کی طرح سرایت کیے ہوئے ہے۔ وہ چاہے اسلامی ممالک ہوں یا غیر اسلامی ممالک، کوئی بھی اس حرام سے بچا ہوا نہیں ہے۔ اسلامی بینکاری کے حوالے سے کی جانے والی کوششیں ابھی ابتدائی درجے میں ہیں۔ مجموعی طور پر سود نے ہماری معاش کو اپنے شکنجے میں جکڑ رکھا ہے۔ اور ہمیں اِس کی ذرا بھی پروا نہیں۔ حالانکہ سود اتنا بڑا گناہ اور اِس قدر گھناؤنا جرم ہے کہ اس کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ اگر اسے نہیں چھوڑتے تو اللہ

پریس ریلیز 11 اپریل 2008ء

حکومت قرآن کی بے حرمتی کے مرتکب جنرل جے ہڈ کی امریکی سفارتخانے میں تعیناتی کو مسترد کر دے

امریکہ دہشت گردی کی آڑ میں اسلام اور مسلمانوں کو ختم کرنا چاہتا ہے

حافظ عاکف سعید

امریکہ کا واضح ایجنڈا دہشت گردی کی آڑ میں اسلام اور مسلمانوں کو ختم کرنا ہے اور وہ اپنے ان مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے پاکستان کو استعمال کر رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صدر مشرف کو اپنے آٹھ سالہ فوجی اور آمرانہ دورِ حکومت میں امریکہ کے فرنٹ لائن اتحادی ہونے کی وجہ سے اس کی مسلسل پشت پناہی حاصل رہی۔ ان خیالات کا اظہار امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کیا۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں نئے جمہوری سیٹ اپ کے قیام کے بعد امریکہ نے مزید 11 مطالبات کیے ہیں، جس میں یہ مطالبہ بھی کیا گیا ہے کہ امریکیوں کو یہاں ہر طرح کی آزادی حاصل ہو، اور ان پر کوئی قانون لاگو نہیں ہو۔ اس مقصد کے لیے امریکہ نے رشوت کے طور پر پابندیاں اٹھانے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ امریکہ جنرل جے ہڈ کو پاکستان میں اپنا نمائندہ بنا کر بھیج رہا ہے جس نے گوانتاناموبے میں قیدیوں پر اذیتوں کے پہاڑ توڑنے کے علاوہ قرآن پاک کی انتہائی بے حرمتی کی جسارت کی ہے، جسے زبان پر لانا ممکن نہیں۔ لہٰذا ہمیں ایسے غلیظ شخص کی پاکستان میں آمد اور نمائندگی کا سختی سے بائیکاٹ کرنا چاہیے۔

انہوں نے کہا کہ حالیہ الیکشن کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو مزید مہلتِ عمل عطا فرمائی ہے، اس کا ہمیں بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیے۔ ورنہ اللہ کی سنت یہ ہے کہ جب مسلمان امت اللہ کے دین سے بے وفائی اور غداری کرے تو اس پر دنیا میں ذلت و مسکنت کا عذاب مسلط کر دیا جاتا ہے۔ اسی کے مظاہر ہم ساٹھ سال سے دیکھ رہے ہیں۔ اس سے نکلنے کی صورت صرف یہی ہے کہ ہم قیام پاکستان کے وقت اللہ سے کیے ہوئے عہد کی خلاف ورزی کے جرم سے تائب ہو جائیں اور اپنے طرز عمل کی اصلاح کریں، اپنا قبلہ درست کریں اور آئندہ طے کریں کہ اللہ، اس کے رسول ﷺ اور اس کے دین کے ساتھ وفاداری کی زندگی گزاریں گے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں اس وقت اللہ کی مدد و نصرت کی شدید ضرورت ہے کیونکہ اس وقت دنیا کی سپر پاور امریکہ کی نظر پاکستان پر ہے۔ اللہ کی مدد اور نصرت حاصل کرنے کے لیے ہمیں اللہ کے حضور انفرادی اور اجتماعی سطح پر اپنے سابقہ گناہوں اور جرائم کی معافی مانگنا ہوگی اور اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کو قائم و نافذ کرنے کے لیے تن من دھن لگانا ہوگا کیونکہ ازروئے قرآن اگر ہم اللہ کے دین کو قائم و نافذ کرنے میں مدد کریں گے تو وہ ہماری ضرور مدد کرے گا۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

اور رسول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلان جنگ ہے۔
افسوس کہ آج پوری دنیا کی معیشت سود پر استوار ہے۔ اب اگر کسی شخص کے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ مجھے اس سے نکلنا ہے، اس سے بچنا ہے تو سب سے بڑا مسئلہ اس کے سامنے یہ آئے گا کہ کھائیں گے کیا؟ بچوں کو کیا کھلائیں گے؟ اس صورت میں تقویٰ ہی وہ قوت ہے جو اسے گناہ سے بچائے گی۔ اگر دل تقویٰ سے خالی ہوا تو دنیا کے حقیر فائدے کی خاطر انسان سود میں ملوث ہو جائے گا۔ بظاہر احوال بنک کی ملازمت میں بڑی کشش ہے، آگے سے آگے بڑھنے کی بڑے امکانات ہیں، بڑی مراعات ہیں۔ اس سے کوئی شخص کیسے نکلے۔ یہ صرف اور صرف تقویٰ کے ذریعے ممکن ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بات بھی واضح فرما دی ہے کہ جو شخص تقویٰ کی وجہ سے حرام سے باز رہے گا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے کوئی نہ کوئی راستہ ضرور پیدا فرما دے گا۔ جس تنگ وادی میں وہ اپنے آپ کو محسوس کر رہا ہے کہ کہاں سے کھاؤں گا، اولاد کو کہاں سے کھلاؤں گا، یہ بنیادی ضروریات کیسے پوری ہوں گی، وہاں سے نکلنے کی کوئی سبیل ضرور پیدا کر دی جائے گی۔ اللہ اس کو ایسے ذرائع سے رزق عطا کرے گا کہ اس کے سان گمان میں بھی نہیں ہوگا۔ سورۃ الطلاق میں فرمایا: ''اور جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا اللہ اس کے لیے مشکلات سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کر دے گا اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے وہم وگمان بھی نہ ہو اور جو اللہ پر بھروسا رکھے گا تو وہ اس کو کفایت کرے گا۔ اللہ اپنے کام کو (جو وہ کرنا چاہتا ہے) پورا کر دیتا ہے۔ اللہ نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔'' (آیت 3:) چونکہ یہ دنیا دار الامتحان ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ آزماتا بھی ہے، آزمائش بھی آتی ہے اور اس کے لیے ذہناً تیار رہنا چاہیے۔ لیکن اللہ نے یقین دلایا کہ اللہ پر توکل کرتے ہوئے تقویٰ کی وجہ سے حرام کو چھوڑ رہے ہو تو اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے، تمہیں اور ذرائع سے رزق عطا کر دے گا۔

معاش کے حوالے سے تقویٰ کا اہم معیار اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ آپ کے سامنے آ گیا۔ تقویٰ کا دوسرا معیار حقوق العباد کی ادائیگی ہے۔ اگر انسان میں تقویٰ نہ ہو تو وہ حقوق العباد بھی پورے نہیں کرتا۔ جب خدا خوفی اٹھ گئی تو حقوق العباد کے لیے کیا بلیا درہ جائے گی۔ اب تو آدمی دوسرے کا مال غصب کرے گا، دوسرے کے حقوق پر ڈاکہ ڈالے گا، دوسرے کے ساتھ ظلم کرے گا۔ اگر اس کے اندر قوت ہے تو ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس'' کا بے دریغ استعمال ہوگا۔ گویا حقوق العباد کے معاملے میں بھی انسان کو راہ راست پر رکھنے والی اصل شے تقویٰ ہے، ورنہ اچھے سے اچھا قانون بھی اُسے جرائم سے باز نہیں رکھ سکتا۔ ہم کہتے ہیں امریکہ کے لوگ بڑے مہذب ہیں، قانون کی پاسداری کرتے ہیں۔ یہ درست ہے کہ وہاں قانون بھی ہے اور اُس کا پورے طور پر نفاذ بھی ہے۔ لہٰذا بالعموم انہیں قانون توڑنے کی جرأت نہیں ہوتی لیکن جہاں کہیں قانون سے بچ نکلنے کی تھوڑی سی گنجائش ہوتی ہے، پھر دیکھیں وہ کیا کرتے ہیں۔ چند سال پہلے نیویارک میں بجلی چلی گئی تھی۔ اس رات جو جرائم ہوئے، جو ہنگامے ہوئے، اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ وہی ''مہذب'' ہونے کی دعویدار قوم اپنے اصل روپ میں سامنے آ گئی۔ تو اگرچہ انسان کو دنیا میں جرائم سے باز رکھنے والی ایک شے قانون ہے، جس کے خوف سے وہ حق تلفی اور زیادتی سے رکتا ہے، تاہم آدمی کو حدود میں رکھنے والی اصل شے تقویٰ ہے۔ یہ احساس کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے اور ایک دن مجھے اس کی عدالت میں حاضر ہونا ہے اور اپنے کیے کا حساب دینا ہے، اگر ہو تو آدمی گناہ، سرکشی، طغیانی اور ظلم و ناانصافی سے بچتا ہے، ورنہ سرکشی کی روش اپناتا ہے، گناہوں میں آگے سے آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔ سورۃ العلق میں یہی عظیم حقیقت بایں الفاظ بیان کی گئی ہے۔ فرمایا: ''مگر انسان سرکش ہو جاتا ہے۔ جبکہ اپنے تئیں غنی دیکھتا ہے۔'' (آیت 6،7)

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں تقویٰ کی زندگی عطا فرمائے۔ اور سرکشی و نافرمانی سے بچائے۔ آمین

[مرتب: فرقان دانش خان]

✿✿✿✿✿

قرآن فہمی کی طرف پہلا قدم

25 روزہ قرآن فہمی کو[redacted] کل وقتی

پھر سوئے حرم لے چل

جس میں ترجیحاً انٹرمیڈیٹ تعلیم کے حامل طلبہ، کاروباری وملازمت پیشہ اور بے روزگار حضرات شریک ہو سکتے ہیں، تاکہ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ دیگر دینی علوم سیکھ کر عملی زندگی میں باعمل مسلمان کی زندگی بسر کر سکیں

2008ء کے دوران ان شاء اللہ 3 کورسز

16 واں کورس 4 جون سے
17 واں کورس یکم جولائی سے
18 واں کورس یکم اگست سے

☆ قیام وطعام اکیڈمی کے ذمے ہوگا۔
☆ تعلیمی ٹائم ٹیبل اور قواعد وضوابط کی پابندی ضروری ہوگی۔
☆ خوبصورت لیکچر ہال، مسجد، لائبریری اور دیگر ضروریات ایک ہی چھت کے نیچے
☆ پرسکون اور پاکیزہ ماحول

ہر کلاس میں طلبہ کی تعداد 30 سے زیادہ نہیں ہوگی۔ جون 08، جولائی 08ء اور اگست 2008ء میں سے اپنی فرصت کے مطابق نام رجسٹر کرائیں

اہل ثروت حضرات سے عطیات کا خیر مقدم کیا جاتا ہے

قرآن اکیڈمی
لالہ زار کالونی نمبر 2 ٹوبہ روڈ، جھنگ صدر
فون: 047-7628561-7628361

وزیراعظم پاکستان کے لیے چند مشورے

ڈاکٹر اسرار احمدؒ
بانی تنظیم اسلامی

پاکستان کی سیاسی تاریخ میں سید یوسف رضا گیلانی وزارت عظمیٰ کی دوڑ میں بغیر کسی رکاوٹ کے ریکارڈ ووٹ لے کر کامیاب قرار پائے۔ جہاں یہ عہدہ ان کے لیے ایک بہت بڑا اعزاز ہے، وہیں یہ ایک بہت بھاری ذمہ داری بھی ہے۔ حقیقت واقعی یہ ہے کہ موجودہ حالات میں وزارت عظمیٰ کو پھولوں کی سیج سمجھنا غلط ہوگا بلکہ صحیح تر مفہوم میں یہ کانٹوں بھرا بستر ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ”الدین النصیحۃ“ یعنی دین تو نصیحت کا نام ہے۔ اس فرمان نبویؐ کو پیش نظر رکھتے ہوئے راقم الحروف چند مشورے وزیراعظم پاکستان کے گوش گزار کرنا چاہتا ہے۔ ان مشوروں سے قبل ایک ذاتی وضاحت پیش کرنا مناسب ہوگا اور وہ یہ ہے کہ میں الحمدللہ کبھی بھی کسی سیاسی دھڑے کا ضمیمہ یا دم چھلا نہیں بنا ہوں، نہ ہی کبھی کسی حکومت سے میں نے ذاتی طور پر یا میرے دینی ادارے ”انجمن خدام القرآن“ یا میری جماعت ”تنظیم اسلامی“ نے کوئی مالی منفعت حاصل کی ہے۔ ایک باشعور پاکستانی شہری ہونے کی حیثیت سے میں ہر حکمران کو مشورے دیتا رہا ہوں اور اس کے لیے میرے ذرائع مسجد کا منبر، اخباری صفحات ، ٹی وی چینلز، ماہنامہ میثاق کے اداریے، خطوط اور ذاتی ملاقاتیں رہے ہیں۔ اب بھی اپنی اسی روش کے مطابق موجودہ وزیراعظم کی خدمت میں چند مشورے دے رہا ہوں۔

جناب وزیراعظم! اس وقت ہمارا ملک اُس بحری جہاز کی مانند ہے جو طوفان میں سمندر کی بے رحم لہروں کے اندر گھرا ہوا ہو۔ ہماری ذرا سی غلطی ہمیں کسی بڑے سانحے سے دوچار کر سکتی ہے۔ معاشی طور پر ہمارا دیوالہ نکلا ہوا ہے۔ مہنگائی کا عفریت منہ کھولے کھڑا ہے۔ آبی وسائل سوکھ چکے ہیں جس کی وجہ سے بجلی کی بدترین لوڈشیڈنگ نے ہمارے معاشی پہیے کو بریک لگا رکھی ہے۔ لہٰذا اس صورت حال میں صرف قوم ہی نہیں حکمرانوں کو بھی قربانیاں دینا ہوں گی اور موجودہ حالات میں قربانیوں کی ابتداء حکومتی حلقوں کی جانب سے ہونی چاہیے۔ لہٰذا اس ضمن میں سب سے پہلا قدم یہ ہونا چاہیے کہ وزراء کی تعداد کو کم سے کم رکھا جائے کیونکہ وزراء کی فوج ظفر موج قومی خزانے پر بوجھ ہوتی ہے۔ میں یہ مانتا ہوں کہ اتحادی حکومت کے ہوتے ہوئے وزراء کی تعداد کو کنٹرول کرنا مشکل ہوگا، مگر یہ کام ناممکن نہیں ہے۔ اس ضمن میں آصف علی زرداری، نواز شریف اور اسفند یار ولی مل کر لائحہ عمل ترتیب دے سکتے ہیں۔ اس ضمن میں دوسرا بڑا مسئلہ سرکاری اہلکاروں کا پروٹوکول ہے۔ اس لعنت کو بھی ختم ہونا چاہیے۔ اگر یورپی ممالک میں صدور اور وزرائے اعظم ٹریفک سگنل پر رک سکتے ہیں، لائنوں میں لگ کر تنخواہیں وصول کر سکتے ہیں، یوٹیلٹی بلز جمع کرا سکتے ہیں۔ اگر وہاں خواتین اول پبلک ٹرانسپورٹ میں

> سرکاری اہلکاروں کے پروٹوکول کی لعنت کو بھی ختم ہونا چاہیے۔ اگر یورپی ممالک میں صدور اور وزرائے اعظم ٹریفک سگنل پر رک سکتے ہیں، لائنوں میں لگ کر تنخواہیں وصول کر سکتے ہیں، یوٹیلٹی بلز جمع کرا سکتے ہیں تو ہمارے ہاں ایسا کیوں نہیں ہو سکتا

سفر کر سکتی ہیں تو ان اقدامات کی ہمیں بے حد ضرورت ہے۔ اس ضمن میں ہمیں سابق نگران وزیراعظم معراج خالد مرحوم کی مثال بھی سامنے رکھنی چاہیے، جنھوں نے اپنے دور میں اپنے آپ کو اس پروٹوکول سے مستثنیٰ قرار دیا تھا۔

پٹرول کی قیمتوں نے عالمی سطح پر معیشتوں کا جنازہ نکال دیا ہے۔ اس صورت حال میں وزراء کو چھوٹی گاڑیاں دینے کا اعلان قابل ستائش ہے۔ مگر چھوٹی گاڑیوں کا استعمال وزیراعظم، وزرائے اعلیٰ اور گورنر کے لیے بھی ہونا چاہیے۔ اس ضمن میں بھارت کے وزراء اعظم اور گورنر کی مثال قابل تقلید ہے۔ ملکی تاریخ میں الیکشن لڑنا اب عام آدمی کے بس کی بات نہیں۔ سیاسی جماعتوں کے عہدے بھی سرمایہ داروں، جاگیرداروں ، صنعتکاروں اور گدی نشینوں کی گرفت میں ہیں جبکہ سیاسی ورکر صرف اور صرف ”زندہ باد“ کے نعروں یا لاٹھی چارج کا نشانہ بننے کے لیے ہے۔ انتخابی مہم چلانا اب لاکھوں نہیں کروڑوں کی بات ہے۔ لہٰذا انتخابات جیت کر آنے والوں میں شاید کوئی بھی ایسا نہیں جسے اراکین اسمبلی کو دی جانے والی مراعات اور معاوضوں کی ضرورت ہو، لہٰذا ان مراعات اور معاوضوں کو واپس لے کر ملک کے قیمتی معاشی ذرائع کو بچایا جائے اور اراکین اسمبلی بھی اس ضمن میں حکومت کے ساتھ تعاون کر کے اپنے بڑے پن کا ثبوت دیں اور ملک کو معاشی طور پر مضبوط بنانے میں مدد کریں۔

وزیراعظم صاحب کی جانب سے سرکاری عمارتوں پر غیر ضروری چراغاں نہ کرنے کا اعلان مستحسن ہے۔ اگر غیر ضروری سرکاری تقریبات سے بھی اجتناب کیا جائے تو کیا ہی اچھا ہو۔ غیر ملکی دوروں میں سیاسی حلیفوں کو ساتھ لے جا کر نوازنے کی ”بدعت“ کا بھی خاتمہ ضروری ہے بلکہ وفود کے حجم کو محدود رکھا جائے اور اراکین اسمبلی، وزراء اور بیوروکریٹس کے غیر ملکی علاج و معالجے کے نام پر اٹھنے والے اخراجات کے نقصان پر بھی قابو پایا جائے۔

جناب وزیراعظم! ملک میں وزیراعظم یا وزرائے اعلیٰ، گورنر اور وزراء کی رہائش گاہیں اپنے حجم کے اعتبار سے بہت بڑی ہیں اور ان کی دیکھ بھال اور اس کے سٹاف کی تنخواہوں پر اربوں روپے خرچ ہوتے ہیں جو قومی خزانے پر بہت بڑا بوجھ ہے۔ اس ضمن میں شہباز شریف کے اعلان سے رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے، جس میں انھوں نے کہا کہ وہ حکومت بنانے کے بعد وزیراعلیٰ ہاؤس کو یونیورسٹی بنا دیں گے۔ اگر ایسا ہر صوبے اور مرکزی سطح پر ہو جائے تو یہ قوم کی بہت بڑی خدمت ہوگی۔ وزراء، وزرائے اعلیٰ اور گورنرز کو مناسب سائز کی رہائش الاٹ کی جائیں۔

کسانوں کو مراعات دینے کا اعلان بھی لائق تحسین ہے، مگر اس ضمن میں مزید اقدامات کی ضرورت ہے کیونکہ ہم نے زراعت کے شعبے کو ہر دور میں نظر انداز رکھا ہے جبکہ زراعت ہماری معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ لہٰذا مستقبل میں چینی اور آٹے کے بحرانوں سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ کسانوں کو مزید مراعات اور سہولتیں دی جائیں اور ان سے فائدہ جاگیردار نہیں بلکہ چھوٹے کسانوں کو ہونا چاہیے۔ کھاد اور بیج کے حصول کو آسان بنایا جائے۔ زرعی آلات پر سبسڈی بھی دی جائے۔ سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں اضافہ مستحسن فیصلہ ہے مگر یہ تیزی سے بڑھنے والی مہنگائی کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا اور اب مہنگائی کو کنٹرول کے لیے سخت اقدامات کی ضرورت ہے۔

چھوٹے ڈیمز کی تعمیر کا اعلان محض اعلان نہیں ہونا چاہیے۔ اس کے لیے عملی اقدامات ہونے چاہییں۔ صوبائی خودمختاری کی جانب بھی پیش رفت ہونی چاہیے کیونکہ اس کی ذریعے سے ہی ہم صوبائی عصبیت کی لعنت کو جڑ سے اکھاڑ سکتے ہیں۔

آخر میں، میں تو منتخب وزیراعظم کی توجہ اس جانب

مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ ہم اولاً مسلمان ہیں اور ہم پر کچھ دینی ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں۔ مسلمان کی حیثیت سے ہماری ایک اہم ذمہ داری یہ ہے کہ اسلام کے نظامِ عدل کو غالب کریں۔ اِسی مقصد کے لیے ہم نے ملک پاکستان حاصل کیا تھا اور تحریک پاکستان کے دوران اسلام کے نعرے نے ہی پورے ہندوستان کے مسلمانوں کو یکجا کر دیا تھا۔ ہم نے 25 سال اس ملک میں اِس مقصد کو نظر انداز کیے رکھا تو چشم فلک نے دیکھا کہ متحدہ قوم مختلف قوموں میں بٹ گئی اور نتیجتاً ملک دو حصوں میں تقسیم ہو گیا اور آج دوبارہ یہ خطرہ ہمارے سروں پر منڈلا رہا ہے اور اس سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم بھولے ہوئے سبق کو یاد کریں یعنی ملک میں اسلام کا کامل نفاذ ہو۔ اگر ایسا ہوگا تو بمصداق حدیث مبارکہ آسمان اور زمین کے خزانے اپنے منہ کھول لیں گے اور ہم ان کے وارث بن جائیں گے اور آج یہ دونوں خزانوں کے منہ رب کی ناراضی کی وجہ سے بند ہیں۔ جناب وزیراعظم! آپ جہاں وزیراعظم پاکستان ہیں تو دوسری جانب سیدزادے بھی ہیں اور آپ کا سلسلہ نسب سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے جاملتا ہے تو بقول اقبال ”تو سید ہاشمیؐ کی اولاد“ کے مصداق آپ کی ذمہ داری دوہری ہو جاتی ہے، لہٰذا سب سے پہلے آپ اپنی ذاتی زندگی میں اللہ کے دین کو اختیار کرنے والے بنیں اور اس کے بعد اللہ کے احکامات کو اُس کے ملک میں نافذ کرنے کی جدوجہد کریں۔ بقول اقبال۔

قوم مذہب سے ہے، مذہب جو نہیں، تم بھی نہیں
جذبِ باہم جو نہیں، محفلِ انجم بھی نہیں

پیپلز پارٹی کے بارے میں عمومی تاثر یہ ہے کہ یہ سیکولر جماعت ہے اور اس سے دین کے ضمن میں کوئی مطالبہ کرنا بے نتیجہ ہے مگر ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ ”پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے“ کے مصداق پیپلز پارٹی کے دورِ حکومت میں ہی متفقہ آئین بنا۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا تاریخ ساز فیصلہ ہوا، شراب، گھڑدوڑ اور جوئے پر پابندی لگی وغیرہ۔ لہٰذا راقم الحروف رب تعالیٰ کی رحمت سے پُر امید ہے کہ آج بھی ”سیدزادہ“ اگر اپنے آباء کے علم کو از بر کرے تو منزل کا حصول دور نہیں اور ملک واقعتاً اسلامی فلاحی ریاست بن سکتا ہے۔ لہٰذا۔

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

دعائے مغفرت کی اپیل

- تنظیم اسلامی سیالکوٹ شمالی کے مبتدی رفیق امجد شفیق قضائے الٰہی سے وفات پاگئے
- تنظیم اسلامی، حلقہ سندھ زیرین کے ملتزم رفیق محمد علی کورائی کے خالو کا انتقال ہو گیا

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ رفقائے تنظیم اسلامی اور قارئین ندائے خلافت سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے

افکار معاصر

چائے پلاؤ چائے!

بی بی سی اردو ڈاٹ کام سے ماخوذ

وسعت اللہ خان

موجودہ حکومت کے ججوں کی بحالی کے وعدوں کے باوجود عملاً کس طرح بحالی میں تاخیری حربے استعمال کیے جارہے ہیں، اِس سلسلے میں وسعت اللہ خان کا کالم بات سے بات نذرِ قارئین ہے۔ (ادارہ)

میزبان کا اچانک آن ٹپکنے والے مہمان سے ملنے کا کوئی موڈ نہیں تھا۔ لہٰذا میزبان نے اپنے ملازم کو آگے کر دیا۔ ملازم نے عزت کے ساتھ بن بلائے مہمان کو ڈرائنگ روم میں بٹھاتے ہوئے کہا کہ صاحب ابھی تیار ہو رہے ہیں، آپ بتائیے کہ چائے پئیں گے یا ٹھنڈا۔ مہمان نے کہا کہ ایک اچھی سی چائے پلوا دو۔ ملازم الٹے قدموں واپس گیا اور ذرا دیر بعد نمودار ہوا۔ صاحب، چائے آپ مکس پیتے ہیں یا دودھ الگ سے لاؤں۔ بھئی مکس ہی پلا دو۔ ملازم جی حضور کہہ کر واپس چلا گیا اور کچھ دیر بعد پھر اندر آیا۔ جناب بیگم صاحبہ پوچھ رہی ہیں کہ آپ چینی لیتے ہیں یا پھیکی چائے پیتے ہیں۔ یہ تم نے اچھا کیا کہ پوچھ لیا! میں چینی نہیں لیتا۔ کچھ دیر بعد ملازم خالی ہاتھ کمرے میں داخل ہوا تو مہمان کی تیوری پر ایک بل پڑ گیا۔ معاف کیجیے گا میں بہت ہی بھلکڑ ہوں۔ بیگم صاحبہ نے پوچھا کہ آپ چائے کپ میں پیتے ہیں یا ہمارے صاحب کی طرح مگ میں پیتے ہیں۔ ارے بھئی بیگم صاحبہ سے کہو کہ میں بہت زیادہ چائے نہیں پیتا، لہٰذا کپ میں ہی لے آؤ۔ ملازم ’ٹھیک ہے سر جی‘ کہتا ہوا لوٹ گیا اور پھر پردے کے پیچھے سے ابھرا۔ معاف کیجیے گا، بس ایک بات اور بتا دیں۔ ہمارے ہاں دیسی کپ بھی ہیں اور میڈان چائنا بھی۔ صاحب کے کچھ دوستوں کو ایک طرح کے کپ پسند ہیں تو کوئی دوسری طرح کے کپ میں پیتے ہیں۔ آپ کون سے کپ میں چائے نوش فرمائیں گے۔ مہمان نے اپنے لال ہوتے ہوئے چہرے پر رومال پھیرتے ہوئے کہا، لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ بھئی، کسی بھی کپ میں لے آئیں۔ چلیے، دیسی کپ میں ہی لا دیں...... ملازم چہرے پر شرمندگی سجائے پھر لوٹ گیا۔ اور ذرا دیر بعد پھر داخل ہوا۔ اب کیا ہوا؟ مہمان نے پوچھا۔ جی بیگم صاحبہ نے پوچھا ہے کہ ہمارے ہاں دیسی کپ کے دو سیٹ ہیں۔ ایک سادہ اور دوسرے پر پھول بنے ہوئے ہیں۔ تو آپ...... اس سے پہلے کہ ملازم اپنا جملہ پورا کرتا، مہمان گھڑی دیکھتا ہوا کھڑا ہو گیا۔ بیگم صاحبہ سے کہنا کہ مجھے ایک اور جگہ پہنچنا ہے۔ ان شاء اللہ میں جلد ہی فرصت سے آؤں گا اور صاحب سے بھی معذرت کر لینا۔ یہ کہتے ہوئے مہمان تیزی سے باہر نکل گیا اور ملازم نے زیرِ لب مسکراہٹ کے ساتھ دروازہ بند کر دیا۔

بات یہ ہے کہ اگر آپ کی نیت عدلیہ کو دو نومبر کی پوزیشن پر بحال کرنے کی ہے...... تو پھر کر ڈالیں۔ یہ نہ پوچھیں کہ سب کو بحال کروں یا مائنس ون بحال کروں۔ آئینی پیکیج کے ذریعے بحال کروں یا ایک قرارداد کافی رہے گی۔ ایوان میں بحث کے ذریعے بحال کروں یا سٹینڈنگ کمیٹی کے سپرد کر کے۔ موجودہ پی سی او حلف یافتہ ججوں کے ساتھ بحال کروں یا ان کے بغیر۔ آپ کی مرضی کے تیس دن مان کر بحال کروں یا اپنی مرضی کے تیس دن گن کر۔ وہ اور تھے جو بیزار ہو کر بکتے جھکتے اپنا ہی خون پی کر مروت اور وضع داری کا پاس کرتے ہوئے لوٹ جاتے تھے۔ آج کی جو تا لگاؤ جنتا چائے پیے بغیر واپس نہیں جائے گی۔

کرپشن: معاشرے کا ناسور

محمد سمیع

پہلے ایک خبر ملاحظہ فرمالیں۔ ”چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ ایک عام سائل کے روپ میں اچانک ایوان عدل پہنچ گئے جہاں وہ کافی دیر تک ایک عدالت سے دوسری عدالت، فرضی مقدمات کا فریق بن کر تاریخیں لیتے رہے۔ عدالت عالیہ کے ذرائع نے بتایا کہ بعض ججوں کے ریڈروں نے فاضل چیف جسٹس سے تاریخ ڈالنے کے لئے معمول کے مطابق رشوت طلب کی۔ جبکہ چند ایک نے اپنے جج کی عدم موجودگی میں اگلی پیشی کی تاریخ دینے سے انکار کردیا۔ تفصیلات کے مطابق چیف جسٹس زاہد حسین اپنے پرائیویٹ سیکریٹری کے ہمراہ عدالت کے اوقات کار میں ایک چھوٹی کار کے ذریعے ایوان عدل پہنچ گئے۔ وہاں دو سول جج ڈیوٹی پر موجود نہ تھے۔ فاضل چیف جسٹس نے ان دو سول ججوں اور رشوت طلب کرنے والے عدالتی ریڈروں کے خلاف رجسٹرار ہائی کورٹ اور ممبر انسپکشن ٹیم کو فوری کاروائی کا حکم جاری کردیا۔“

یہ اس عدلیہ کی ”حسن کارکردگی“ ہے جس کی آزادی کے چرچے آج زباں زد خاص و عام ہیں۔ پابندی کا جب یہ حال ہے تو آزادی کے بعد اس ادارے کی ”حسن کارکردگی“ کس عروج پر پہنچے گی، اس کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اور ایک عدلیہ ہی پر کیا منحصر ہے، وطن عزیز کا کون سا ادارہ ہے جو کرپشن جیسے موذی مرض سے پاک ہو۔ برسوں پہلے ایک انگریزی اخبار میں ایک رپورٹ شائع ہوئی تھی جس میں لکھا گیا تھا کہ ملک کے یہ اور یہ ادارے کرپشن میں ملوث ہیں (میں ان اداروں کے نام اس لئے نہیں لکھ رہا ہوں کہ قرآن کے الفاظ میں لوگ ان کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔) اور اس رپورٹ میں یہ بھی درج تھا کہ ان اداروں سے کرپشن کے خاتمے کے لئے ایک ادارہ قائم ہے جس میں سب سے زیادہ کرپشن ہے۔

آیئے، سب سے پہلے یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ کرپشن کہتے کسے ہیں۔ ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل کے مطابق کرپشن کا ترجمہ کیا جائے تو اس کا مطلب رشوت ستانی، اقرباپروری، حق تلفی، قانون کا توڑنا، ناانصافی، اپنے افسران کے غلط احکام کو تسلیم کرنا، اپنی نوکری کی ریٹائرمنٹ کی حد کو آگے بڑھانا، یہ تمام چیزیں کرپشن کے زمرے میں آتی ہیں۔ ہمارے ایک صحافی بھائی افتخار احمد سوال کرتے ہیں کہ جب عورت کی عزت پامال ہوتی ہے اور اس کی ایف آئی آر درج نہیں کی جاتی تو کیا وہ کرپشن نہیں؟ مریض کو ہسپتال میں دوائی نہیں ملتی، کیا وہ کرپشن نہیں؟ ایک مسافر کو ٹکٹ ہوتے ہوئے بھی ٹرین میں کھڑے ہو کر سفر کرنا پڑتا ہے، کیا یہ کرپشن نہیں؟ ایک شخص کو اس کی اہلیت کے ہوتے ہوئے بھی کہیں داخلہ نہیں دیا جاتا، کیا یہ کرپشن نہیں۔ میں بھائی افتخار احمد کی

> اگر ہم چاہتے ہیں کہ معاشرے سے کرپشن سمیت ہر قسم کی برائی کا خاتمہ ہو تو ہمیں سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر قرآن حکیم کی تعلیم کا اہتمام کرنا ہوگا جس کا پہلا قدم یہ ہو کہ جگہ جگہ عربی زبان کی تعلیم کے مراکز کھولے جائیں

بات آگے بڑھاتے ہوئے کہتا ہوں کہ کے ای ایس سی کی جانب سے جو سفید میٹر نصب کیے گئے ہیں جن کے بارے میں بالعموم یہ رائے پائی جاتی ہے کہ اس کی رفتار سابقہ نصب کیے میٹر سے 30 فیصد زیادہ ہے، کیا یہ بھی کرپشن ہے۔ محکمۂ ٹرانسپورٹ کی ملی بھگت سے جو ٹرانسپورٹ کے کرائے بڑھائے جاتے ہیں، یہ بھی کرپشن ہے اور جو سٹی حکومت کے افسران سٹی ناظم کو دودھ کی قیمتوں کے بارے میں غلط سلط رپورٹ پیش کرکے دودھ کی قیمت میں اضافہ کردیتے ہیں، یہ بھی کرپشن ہے۔ اور سب سے بڑی کرپشن تو یہ ہے کہ پارلیمنٹ کے ارکان چینی اور آٹے کی مصنوعی قلت پیدا کرکے اور ان کی قیمتیں بڑھا کر بے تحاشا منافع کماتے ہیں اور نیب سے یہ کہا جاتا ہے کہ ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی جائے۔ اگر ہم کرپشن کے حدود جاننا چاہیں تو بات بہت آگے تک جائے گی۔ بلکہ ایک تجزیہ نگار نے تو ایک مرتبہ یہ تجزیہ پیش کیا تھا کہ ہماری کرپشن کی جڑیں معاشرے میں اتنی گہری اتر چکی ہیں کہ اگر اس کو اکھاڑ کر پھینکنے کی کوشش کی جائے تو پوری معیشت کا بھٹہ بیٹھ جائے گا اور سارا معاشرہ اتھل پتھل ہوجائے گا۔ اس صورتحال کو بھیانک خواب (nightmare) کے علاوہ اور کیا نام دیا جاسکتا ہے۔

کرپشن کو کس طرح دور کیا جاسکتا ہے اس سلسلے میں چند ممتاز افراد کی آراء قارئین کے سامنے پیش کررہا ہوں جو انہوں نے ایک خصوصی نشست کے دوران پیش کی تھیں۔

راجہ پرویز اشرف پاکستان پیپلز پارٹی پارلیمنٹیرین کے جنرل سیکریٹری ہیں۔ ان کے رائے میں کرپشن کے خاتمے کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی جائے جس میں اپوزیشن کے نمائندے موجود ہوں، جس کی سربراہی ایسا چیف جسٹس کرے جس نے پی سی او کے تحت حلف نہ اٹھایا ہو۔ افراسیاب خٹک اے این پی کے صوبائی صدر اور ہیومن رائٹس کے سابق چیئرمین ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ کرپشن کی روک تھام کے لئے ہمارے منشور میں ایک ایسے ادارے کا ذکر کیا گیا ہے جسے آئینی تحفظ حاصل ہوگا اور وہ سیاست سے بالاتر ہو کر کام کرے گا۔ اگر سماجی انصاف بڑھے گا تو کرپشن کم ہوگی۔ لوگوں میں سماجی برابری اور انصاف ہونا چاہئے۔ اس ادارے کی گرفت مضبوط ہو۔ بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ سخت سزائیں جرم کا راستہ روکتی ہیں۔ حقیقت میں گرفت ضروری ہے۔ طاہر حسین مشہدی متحدہ قومی موومنٹ کے سینیٹر ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم عوام کو طاقت دیں گے تاکہ وہ پارلیمنٹ کو مضبوط بنائیں اور پارلیمنٹری کمیٹیز ہوں گی جو اس کا جائزہ لیں گی کہ ہر شخص کو فوری انصاف ملے۔ غریبوں کو جینے کا حق ملے، کسی کی حق تلفی نہ ہو۔ سعد رفیق مسلم لیگ نواز کے رہنما ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ایک خودمختار قومی کمیشن ہوگا جسے آئینی تحفظ حاصل ہوگا۔ اس کے چیئرمین اور اراکین کا تقرر جوائنٹ پارلیمنٹری کمیٹی کرے گی۔ مولانا امجد خان، جمعیت علماء اسلام کے سیکریٹری اطلاعات کی رائے یہ تھی کہ احتساب کا عمل اوپر سے نیچے کی جانب ہونا چاہئے۔ جب بڑے لوگوں کا احتساب ہوگا تو نیچے والے خود ہی رک جائیں گے۔

قارئین! آپ نے دیکھا کہ بالعموم کمیشنز، کمیٹیز اور ادارے بنا کر کرپشن دور کرنے کی باتیں ہوئی ہیں، حالانکہ احتساب کے لئے ہمارے ہاں پہلے بھی بیشتر ادارے بنائے گئے لیکن ان اداروں نے احتساب کی بجائے کچھ اور ہی فرائض انجام دیئے۔ سامنے کی مثال مسلم لیگ نواز کے دور حکومت میں قائم ہونے والے احتساب بیورو اور سابقہ دور حکومت میں نیب جیسے ادارے ہیں۔ ان اداروں نے کیا کارہائے نمایاں انجام دیئے، وہ سب کے سامنے ہیں۔ رہی بات آئینی تحفظ دیئے جانے کی تو ہمارے آئین میں ایسی دفعات موجود ہیں کہ اگر ان پر عملدرآمد ہو تو پارلیمنٹ میں پہنچنے والے بیشتر ارکان نااہل قرار پائیں گے۔ لیکن کیا کبھی ان

دفعات پر عملدرآمد ہوا؟

ہمارے لئے تو ہر معاملہ میں اسوۂ رسول ﷺ کی سیرت میں موجود ہے۔ لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ کوا چلا ہنس کی چال تو اپنی چال بھی بھول گیا۔ اگرچہ اس وقت کرپشن کا بے انتہا پھیلاؤ ہوا ہے اور یہ عفریت پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے چکا ہے، تاہم خلوص نیت کے ساتھ اس کے تدارک کی صحیح کوشش کی جائے۔ اور اگر ہم نبی اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو پیش نظر رکھیں تو اس کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں وہ کون سی برائی ہے جو عرب معاشرے میں نہ تھی۔ لیکن تیرہ سال کے مختصر عرصے میں عرب قوم کو اللہ کے نبی ﷺ کی تربیت نے دنیا کی ایک مثالی قوم بنا دیا جس کے ہر فرد میں وہ تمام خوبیاں موجود تھیں جو کسی فرد میں ہونی چاہئے اور ہر برائی سے اس قوم نے اجتناب کرنا سیکھا جس سے ہر فرد کو مجتنب رہنا چاہئے۔ خود قرآن مجید نے نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرامؓ کے بارے میں گواہی دی کہ ”ہم نے تمہارے لئے ایمان کو محبوب بنا دیا اور اس سے تمہارے قلوب کو مزین کر دیا اور کفر، نافرمانی اور سرکشی کے خلاف تمہارے دلوں میں کراہت پیدا کر دی۔“ (سورۃ الحجرات)۔ جب ہم نبی اکرم ﷺ کے طریقہ تربیت پر غور کرتے ہیں تو قرآن حکیم میں اس کے لئے چار اصطلاحات ملتی ہیں۔ تلاوت آیات، تعلیم کتاب وحکمت اور تزکیہ۔ قرآن کریم کی آیات کی تلاوت، قرآن حکیم ہی میں دیئے گئے احکامات شریعت اور حکمت کی تعلیم اور قرآن مجید ہی کے ذریعے تزکیہ نفس کا آپ ؐ نے اہتمام فرمایا۔ الحمد للہ، آج بھی قرآن ہمارے درمیان اپنی اصل شکل میں موجود ہے۔ آج بھی قرآن حکیم کی پر حکمت تعلیمات سے متاثر ہو کر غیر مسلم بڑی تعداد میں اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔ مسلمانوں میں بھی جو قرآن کی ہدایات سے شعوری طور پر استفادہ کر رہے ہیں، ان کی زندگیوں میں بھی انقلاب برپا ہو رہا ہے اور یہی افراد اسلام کی احیائی تحریکوں میں پیش پیش ہیں۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ معاشرے سے کرپشن سمیت ہر قسم کی برائی کا خاتمہ ہو تو ہمیں سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر قرآن حکیم کی تعلیم کا اہتمام کرنا ہوگا جس کا پہلا قدم یہ ہو کہ جگہ جگہ عربی زبان کی تعلیم کے مراکز کھولے جائیں اور ان میں طلبہ و طالبات کو کم از کم اتنی تعلیم ضرور دی جانی چاہئے کہ وہ قرآن مجید کا متن پڑھ کر ترجمہ پڑھے بغیر قرآن ہی کی زبان سے براہ راست معنی ومفہوم سمجھ سکیں۔

دوسری بات یہ کہ قرآن کے پیغام کو عام کرنے کے لئے عوامی دروس قرآن کی زیادہ سے زیادہ محفلیں منعقد کی جائیں۔ الحمد للہ ہمارے ہاں نجی اداروں کی سطح پر یہ کام شروع ہو چکا ہے اور اس کے نتیجے میں اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان قرآن کی تعلیمات سے استفادہ ہی نہیں کر رہے بلکہ اس کے پیغام کو آگے بڑھانے میں عملی طور پر حصہ لے رہے ہیں۔ لیکن ان اداروں کے وسائل محدود ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ جس طرح سرکاری سطح پر آج انگریزی کی تعلیم پر زور دیا جا رہا ہے یہاں تک کہ پہلی کلاس سے انگریزی زبان کی تعلیم کو رائج کیا جا رہا ہے، اس سے بڑھ کر یہ کام عربی زبان کی ترویج کے لئے کیا جائے۔ ہمارے نصاب تعلیم میں قرآنی تعلیمات کو لازم کیا جانا چاہئے۔ مختلف سطحوں پر قرآنی تعلیمات کے لئے مختلف نصاب ترتیب دیئے جائیں۔ اس کے لئے پرائمری سطح کا نصاب الگ ہو، سکنڈری لیول کا الگ، گریجویشن کی سطح تک الگ نصاب ہو اور پوسٹ گریجویشن کی سطح پر الگ نصاب ترتیب دیا جائے۔ اس کے نتیجے میں قرآن سے ہمارے تعلق میں اضافہ ہوگا۔ قرآنی تعلیمات ہمارے سامنے آئیں گی تو ان پر عمل کرنے کا بھی شوق پیدا ہوگا جس کے نتیجے میں ہمارے ایمان میں گہرائی اور گیرائی پیدا ہوگی۔ جس کے دل میں ایمان جتنا زیادہ گہرا ہوگا وہ کرپشن سمیت تمام برائیوں سے اتنا ہی دور ہوگا۔ عربی زبان کی ترقی میں پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کو بھی اپنا بھرپور حصہ ڈالنا چاہئے۔ اگر ہم اپنی نیتوں کو خالص کرلیں تو یہ ناممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

٭٭٭٭٭

”ندائے خلافت“ کے قلمی معاونین توجہ فرمائیں!

”ندائے خلافت“ اگرچہ ایک تحریکی جریدہ ہے، لیکن اس کی تیاری میں ادارتی سطح پر علمی وادبی معیار کا بھی خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ زبان وبیاں کے حوالے سے اس میں کوئی غلطی نہ رہ جائے۔ بعض قارئین کی جانب سے ہمیں مختلف النوع مضامین اور منظوم کلام بغرض اشاعت موصول ہوتا رہتا ہے جس کے لیے ہم ان کے ممنون احسان ہیں۔ تاہم پرچے کے علمی وادبی معیار کو برقرار رکھنے کی خاطر ہمیں اپنے ان قارئین کا مزید تعاون بھی درکار ہے جو اپنی نثری یا شعری تخلیقات ہمیں بغرض اشاعت ارسال کرتے رہتے ہیں۔ کوئی مضمون یا نظم لکھنے کے لیے محض نیک جذبات یا بلند خیالات رکھنا ہی کافی نہیں ہوتا بلکہ جس صنف میں اظہار مطلوب ہے اس کے قواعد وضوابط سے آگاہی بھی لازم ہے۔

☆ اپنے خیالات کو اشعار کی صورت دینے والے ہمارے خصوصی مخاطب ہیں۔ اکثر اوقات ہمیں ایسا منظوم مواد موصول ہوتا ہے جس میں شعری لوازمات قطعاً موجود نہیں ہوتے۔ ردیف، قافیہ، بحر اور بالخصوص وزن کا ذرا بھی خیال نہیں رکھا جاتا۔ چنانچہ ایسی شعری تخلیقات کی اشاعت سے ہمیں معذور سمجھا جائے۔ واضح رہے کہ محض ردیف کی کسی قدر پابندی کرنے سے شعر کا وزن قائم نہیں ہو جاتا بلکہ وزن اور بحر کے اپنے پیمانے ہیں جن کا لحاظ رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح آزاد نظم بھی ہر اصول سے آزاد نہیں ہوتی، اس کے اپنے قواعد وضوابط ہیں جنہیں ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

☆ مضمون نگاروں کو چاہیے کہ وہ ازراہ کرم ان اُمور کا خاص خیال رکھیں:

- موضوع سے متعلق درست اور مکمل معلومات حاصل کریں۔
- کسی نکتے کی تکرار تحریر کو بوجھل بنا دیتی ہے اس سے اجتناب ضروری ہے۔
- جب ایک بات ختم ہو جائے تو اس کے بعد نیا پیرا شروع کیجیے۔
- کوشش کیجیے کہ جملے چھوٹے ہوں۔ یہ نہ صرف سمجھنے میں آسان ہوتے ہیں بلکہ عبارت کو خوب صورت بھی بناتے ہیں۔
- رموز واوقاف پر بھی توجہ دیجیے۔ ایسا نہ ہو کہ پورا مضمون ایک ہی جملے پر مشتمل ہو!

ہم امید کرتے ہیں کہ تصنیف وتالیف اور مضمون نویسی کا شوق رکھنے والے حضرات اپنی تحریریں مرتب کرتے وقت درج بالا نکات کو پیش نظر رکھا کریں گے! فجزاھم اللّٰہ احسن الجزاء (ادارہ)

5 جون 1963ء کی چنگاری

سید قاسم محمود

ایران میں مغربی تہذیب کی ترویج کے لیے متعدد اقدامات میں سے ایک یہ بھی تھا کہ ایرانی نوجوانوں کو حصولِ تعلیم کی غرض سے یورپی ممالک میں بھیجا جائے۔ مقصد یہ تھا کہ اُن کی خوب برین ''واشنگ'' کی جائے اور اسلام کو ایک قدیم، فرسودہ اور ماضی پرست مذہب بتا کر اُنہیں جدیدیت کی راہ پر لگایا جائے۔ یہاں تک کہ اُنہیں ''اسلامک سٹڈیز'' کے نام پر بھی یورپ بھیجا جاتا تھا۔ وہاں سے وہ اسلام کا ایسا جدید تصور لے کر آتے تھے، جس سے اسلام کی رُوح یکسر غائب ہوتی ہے۔ یہ مغرب زدہ، اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان چونکہ جدید سائنسی و معاشرتی علوم کے ماہر ہوتے تھے، اس لیے اُنہیں پہلوی حکومت سرکاری ملازمتوں میں ترجیح دیتی تھی، انہیں یورپ میں تعلیم دلوانے پر بھی بے دریغ خرچ کرتی تھی، اور سرکاری ملازمتوں میں بھی زیادہ مشاہروں پر انہیں فوراً بھرتی کیا جاتا تھا۔

اسلام کے دائرے میں رکھتے ہوئے مغربی تہذیب کے رنگ میں رنگنے کا یہ منصوبہ صرف ایران ہی کے لیے مخصوص نہ تھا، بلکہ مختلف انداز سے تمام اسلامی ممالک، انڈونیشیا سے لے کر لیبیا اور تیونس تک پھیلا یا ہوا تھا۔ خصوصاً ترکی میں کمال اتاترک کے ذریعے پوری شدت سے عملی جامہ پہنایا گیا۔ چونکہ کمال پاشا کے لیے حالات سازگار تھے، اس لیے اُس نے سامراجی مقاصد کو پورا کرنے میں جلدی کامیابی حاصل کر لی اور بڑی تیزی کے ساتھ اُس نے اسلامی بلکہ قومی تمدن اور ثقافت کو بھی مسخ کر دیا۔

انگریزوں کو جب یہ احساس ہو گیا کہ جنرل رضا خان ایران میں مغربیت کی ترویج کی مُہم میں اب زیادہ کامیاب نہیں ہو سکتا تو اُسے ہٹا کر اُس کے بیٹے محمد رضا کو برسرِاقتدار لے آئے، جس کی تعلیم و تربیت یورپ میں ہوئی تھی اور جس کی ساخت پرداخت پہلے ہی سامراجی اور امریکی مقاصد کے لیے کی گئی تھی۔ محمد رضا ایک بے عزم، بے ارادہ کٹھ پتلی تھا، جو اپنی رائے سے کوئی کام نہیں کر سکتا تھا۔ ہر اشارہ امریکا سے آتا تھا۔ وہ امریکا کے ہاتھوں بکا ہوا تھا، مگر چونکہ ملک میں اُس کی پوزیشن زیادہ مضبوط نہیں تھی، اس لیے وہ سامراجی مقاصد کو اُن کے حسبِ دل خواہ پورے نہیں کر سکا۔ البتہ 1953ء کی فوجی بغاوت کے بعد شاہ نے امریکا کی مدد سے کسی حد تک اپنی پوزیشن مضبوط کر لی اور اسلام کو مٹانے یا دوسرے لفظوں میں مغربیت کو پھیلانے میں تیزی سے عمل درآمد شروع ہو گیا۔

مارچ 1961ء میں آیت اللہ بروجردی کا انتقال ہوا جو ایران کے ایک سربرآوردہ عالم تھے اور عام ایرانیوں پر اُن کی شخصیت کا بڑا اثر رسوخ تھا۔ امریکا نے یہ سمجھا کہ اُن کی وفات کے ساتھ ایرانیوں پر علمائے دین کا اثر بھی ختم ہُوا۔ یہی موقع ہے کہ مغربیت کے اثرات پوری شد و مد سے پھیلائے جائیں۔ چنانچہ اُنہوں نے شطرنج کی بساط پر پیدل محمد رضا کو شاہ بنا دیا۔ لیکن جب شاہ کی وساطت سے صوبائی اور ریاستی اداروں میں آزمائشی طور پر مداخلت کی جانے لگی اور عام ایرانیوں کا شدید ردِعمل سامنے آیا تو امریکا کو فوراً اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ انہوں نے محسوس کر لیا کہ علماء اور روحانیت کے اثرات کی جڑیں بہت گہری ہیں۔ شاخیں کاٹنے سے کام نہ چلے گا۔ شجرِ اسلام کو جڑ سے کاٹنا پڑے گا۔ خصوصاً قم کے علماء کی بیخ کنی کرنی پڑے گی، کیونکہ وہاں خمینی کے علم، تقویٰ اور خطابت کی شہرت بہت زیادہ ہے۔

1961ء کے بعد سے جو احیائی تحریک ایران میں مغربیت کے خلاف چلی، وہ نقطۂ آغاز نہ تھی، بلکہ اُس طویل جدوجہد کی ایک کڑی تھی جو گزشتہ ایک صدی میں سامراجیوں اور استحصال پسندوں کے خلاف علماء کی سرپرستی میں چل رہی تھی جو اب خمینی کے مبارزے اور جدوجہد کا نقطۂ آغاز سمجھا جاتا ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ خمینی کی جدوجہد 1940ء میں رضا خان پہلوی کے دورِ حکومت ہی میں شروع ہو چکی تھی۔ اُس وقت زمانہ شباب میں انہوں نے ''کشف الاسرار'' کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی، جس میں رضا خان پہلوی اور اُس کے مربی برطانیہ اور امریکا کی سازشوں کو بے نقاب کیا گیا تھا اور اُن پر سخت تنقید کی گئی تھی۔ خمینی اُن علماء میں نمایاں تھے جو ہمیشہ رضا خان پہلوی کے ظلم و تشدد کا نشانہ بنے رہے۔ لیکن آپ کا کمال یہ تھا کہ عین زمانہ ستم میں اپنے بیٹے مصطفیٰ خمینی اور اپنے شاگردوں کی تربیت کے لیے زبردست کوشش کرتے رہے، تاکہ وہ مستقبل میں تحریک کو آگے بڑھانے کے لائق ہو سکیں۔

خمینی قوم پرستوں اور بعض علماء کی طرح شاہ سے تعاون اور ساز باز کے لیے کبھی تیار نہ ہوئے۔ بلکہ ہمیشہ بادشاہت اور ملوکیت کے بجائے ''اسلامی حکومت'' کے قیام کی خواہش اور کوشش کرتے رہے۔ چنانچہ انہوں نے ہمیشہ امریکا اور اسلام کے منصوبوں اور سازشوں کو بے نقاب کرنے کے لیے زبردست، مدلل اور پُرجوش تقریریں کیں اور ہر موقع پر ایرانی قوم کو پیغامات دیئے۔ اِس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ آپ کی شخصیت پوری دنیا میں ایک بیدار مغز او رشجاع، عالم باعمل کی حیثیت سے مشہور ہو گئی۔ امریکا ہمیشہ آپ کو اپنے مقاصد کی راہ میں ایک زبردست روڑا سمجھتا رہا اور کوشش کرتا رہا کہ آپ کو کسی نہ کسی حربے سے راہ سے ہٹا دیا جائے۔

ایرانی انقلاب اور خمینی

ایران میں بادشاہت کا اختتام اور اسلامی انقلاب کا آنا ساری دنیا کے لیے حیرت اور تعجب کا باعث ہُوا۔ ایرانی ذرائع ابلاغ اور جدید ایرانی ادب، کسی کے مطالعے سے یہ محسوس نہیں کیا جا سکتا تھا کہ ایران اسلامی انقلاب کی دہلیز پر آ گیا ہے، البتہ زیریں سطح پر اسلام کے احیاء کی آرزو قاچار خاندان کے وقتوں ہی سے زیریں سطح پر پنپتی ہو رہی تھی۔ ایرانی خواص اور حکمران طبقے پر مغربی تہذیب کی گرفت بہت مضبوط ہو چکی تھی، لیکن عوام پر ہمیشہ سے علماء کا اثر تھا۔ البتہ اسلامی بنیاد پر کام کرنے والی کوئی مضبوط تحریک موجود نہ تھی۔ تیل کو قومی ملکیت بنانے کے زمانے میں آیت اللہ کاشانی کی زیرِ قیادت ''فدائیانِ اسلام'' کی تحریک نے زور پکڑا تھا، لیکن اس تحریک نے تدبر اور سیاست سے کام نہیں لیا۔ اِس نے جذباتی رنگ اختیار کر لیا تھا، جس کی وجہ سے اُسے کچل دیا گیا۔ اُس زمانے میں ایرانی سینیٹ کے ایک رُکن ظہیر الاسلام نے پاکستان کی ''قراردادِ مقاصد'' پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا:

''یہ قراردادِ اسلام کی تاریخ میں ایک زرّین باب کی

حیثیت رکھتی ہے۔ ایران کو بھی چاہیے کہ اپنے ذہن اور فکر کو مسلمان بنانے کے لیے ویسی ہی قرار داد منظور کرے۔''

ظہر الاسلام کے اس تبصرے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایران میں صحیح اسلامی خطوط پر سوچنے والے موجود تھے، لیکن شاہ ایران کی جمہوریت کُش پالیسی اور استبدادی حکومت نے اسلام پسند لوگوں کے لیے کام کرنے کے تمام جائز راستے بند کر دیے تھے، جس کی وجہ سے یہ تحریک زیرِ زمین کام کرتی رہی۔ بالآخر جب شاہ کی آمریت اور استبداد کے خلاف عوام کے جذبات بھڑک اُٹھے اور وہ بادشاہت کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے تو علماء نے قیادت کا خلا کامیابی سے پُر کر دیا اور عوام کی بروقت رہنمائی کر کے اسلامی انقلاب کے لیے راستہ ہموار کر دیا۔

اِس میں کوئی شک نہیں کہ اس انقلاب کے ہیرو آیت اللہ خمینی ہیں، جن کی قیادت کو علماء نے بھی صدقِ دلی سے قبول کیا۔ ایران میں علماء کے دو طبقے ہیں۔ علمی اور دینی حیثیت سے بلند عہدوں پر فائز علماء کو آیت اللہ العظمیٰ کہا جاتا ہے۔ اور دوسرے درجے کے علماء کو صرف آیت اللہ کہا جاتا ہے۔ دار التبلیغ الاسلامی کے نام سے قُم میں ایک علمی اور دینی مرکز قائم ہے۔ قُم تہران سے 75 میل جنوب میں اہلِ تشیع کا اہم مذہبی و علمی مرکز ہے۔ امام رضا کی ہمشیرہ اور امام موسیٰ کاظم کی دختر فاطمہ معصومہ کا روضہ اسی شہر میں ہے۔ روضہ کی عمارت ناصر الدین قاچار نے تعمیر کرائی تھی۔ آیت اللہ خمینی قُم کے مرجع علماء میں سے ہیں۔ ''مرجع'' کا رُتبہ آیت اللہ سے بڑا ہوتا ہے۔ باقی تین مرجع آیت اللہ کاظم شریعت مداری، آیت اللہ مرعشی اور آیت اللہ گل پائیگانی ہیں۔ اگرچہ ان میں خمینی مرجع اعلیٰ کبھی نہیں رہے، لیکن اسلامی انقلاب کی قیادت کر کے انہوں نے عوام کی مقبولیت حاصل کر لی۔

آیت اللہ خمینی 24 ستمبر 1902ء کو ایران کے قصبے خُمین میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا سید احمد موسوی لکھنو (انڈیا) کے رہنے والے تھے اور نجف (عراق) میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد خمین میں آباد ہو گئے تھے۔ خمینی کے والد مصطفیٰ موسوی وہیں ایک ایرانی خاتون کے بطن سے پیدا ہوئے۔ خمینی ابھی پانچ ماہ کے تھے کہ ان کے والد کو شرپسندوں نے قتل کر دیا۔ خمینی نے اصفہان، ارک اور مشہد سے تعلیم حاصل کی اور 1927ء میں قُم کے حوزۂ علمیہ سے اجتہاد کی سند حاصل کی، جس کے بعد انہوں نے درس دینا شروع کر دیا۔ وہ دار العلوم قُم میں ہفتے میں ایک دن خطبہ دیتے تھے۔ اُن کے یہ خطبے بڑے مقبول ہوئے۔ یہ خطبے جمال الدین افغانی کے خطبوں کی یاد دلاتے تھے، جن میں اتحادِ اسلامی کے ساتھ ساتھ شاہ کی آمریت کے خلاف بھی مدلل اور انقلاب خیز بیانات دیے جاتے تھے۔ خمینی اپنی تقریروں میں خاص طور پر حکومت کے غیر اسلامی اقدامات پر شدید تنقید کرتے تھے۔

خمینی کی گرفتاری

3 جون 1963ء کو قُم کے مدرسہ فیضیہ میں عاشور کے دن خمینی نے ایک زبردست انقلاب خیز تقریر کی، جس میں انہوں نے اسلام دشمن روش سے اجتناب نہ کرنے کی صورت میں شاہ کو ایران سے نکال باہر کرنے کی سخت دھمکی دی تھی۔ اس جرم میں امریکا نے انہیں گرفتار کر کے قید وسلاسل میں جکڑنے کا منصوبہ بنایا، جسے شاہ کی وساطت ہی سے عملی جامہ پہنایا جا سکتا تھا۔ خمینی نے اس تقریر میں دنیا بھر کے مسلمانوں کو امریکا اور اسرائیل کے خلاف متحدہ اقدام کرنے کی دعوت دی تھی۔ امریکا اور اسرائیل کی ننگی جارحیت اور توسیع پسندانہ عزائم کے خلاف یہ پہلی، موثر اور کارگر آواز تھی جو امریکا اور اسرائیل اور اُن کے ایجنٹ ایران کے لیے خطرے کی وارننگ تھی۔ اِس آواز کو فوراً کچل دینا بہت ضروری تھا۔

چنانچہ دو روز کے بعد 5 جون کو فجر کی اذان سے پہلے خمینی کو گرفتار کر کے تہران کی ایک جیل میں محبوس کر دیا گیا۔ یہ خبر سنتے ہی پورے ایران میں، خصوصاً تہران، مشہد، شیراز، اصفہان اور تبریز جیسے بڑے شہروں میں عوام نے اپنے قائد کی حمایت میں شاہ کے خلاف زبردست مظاہرے کیے۔ ملک کا چپہ چپہ حرکت میں آ گیا۔ تمام جماعتیں شریک ہو گئیں۔ خفیہ پیغامات تقسیم ہونے لگے۔ مسجدوں سے باغیانہ اعلانات ہونے لگے۔ تقریریں ہونے لگیں۔ مسجدوں، کالجوں، یونیورسٹیوں، امام باڑوں، طلبہ کے حلقوں میں اور دانشوروں، ادیبوں اور شاعروں کی محفلوں میں مظاہروں کی باتیں ہوئیں۔ بازاروں میں ہڑتالیں ہوئیں۔ کمپنیوں کے ملازمین نے ہڑتال کر دی۔ تیل کمپنیوں کے مزدوروں نے ہڑتال کر دی۔ سب کے ہونٹوں پر ایک ہی نعرہ تھا، مرگ بر امریکا، مرگ بر شاہ، اور انقلاب زندہ باد! لیکن شاہی حکومت نے انتہائی بربریت اور بے رحمی سے عوام کا قتلِ عام کیا۔ مارشل لاء پورے ملک میں نافذ کر کے بغاوت کی آگ کو خاموش کر دیا، لیکن 5 جون کو جو آگ بھڑکی تھی، اس کی چنگاریاں ظلم و تشدد کی راکھ کے نیچے برابر سلگتی رہیں اور آخر کار پندرہ سال کے بعد اِس قابل ہو گئیں کہ ڈھائی ہزار سالہ بادشاہت کے اونچے محل کو گرا کر خاک میں ملا دیا۔

5 جون 1963ء کو خمینی کی گرفتاری اور اُس کے خلاف پورے ایرانی عوام کا برسرِ بغاوت ہو جانے کا واقعہ اس لیے خصوصی اہمیت رکھتا ہے کہ اس سے ایران کے اسلامی اور مذہبی معاشرے میں ایک نئی تحریک کا آغاز ہوا۔ اس واقعے سے پہلے جتنے بھی واقعات پیش آئے تھے، خصوصاً 1953ء کی فوجی بغاوت، تیل کے قومیانے کی تحریک، سیکولر جماعتوں کے انحرافات، بعض علماء اور ''فدائیانِ اسلام'' کے بعض افراد کا پھانسی پر چڑھانا، نیز اُن اسلام پسند عناصر کا منتشر ہو جانا جو شاہی حکومت کا تختہ الٹنے کے لیے تیار ہوئے تھے۔ ان تمام واقعات نے اسلام پسند حلقوں میں مایوسی اور سرد مہری پیدا کر دی تھی۔ دوسری طرف شاہی حکومت امریکی منصوبوں کے زیر اثر، زیادہ شدومد سے ایرانی عوام میں مغربی تہذیب وثقافت کو پھیلانے کے اقدامات کرنے لگی۔ ہر اقدام کے ذریعے ایرانیوں کو تعیش پسند اور آرام طلب، مادہ پرست بنانے کی کوشش ہو رہی تھیں۔ گویا ایرانیوں کی آنکھوں پر چربی چڑھائی جا رہی تھی کہ مغربیت اور شاہیت کے کرتوت انہیں نظر نہ آئیں۔ جس طرح چینیوں کو مغربی سامراج نے افیون کھلا کھلا کر افیونی بنا دیا تھا، اسی طرح ایرانیوں کو مغربی تہذیب کے گندے انڈے کھلا کھلا کر انہیں تعیش پسند بنا دیا گیا۔

5 جون 1963ء کے واقعے کو ایران کی پوری اسلامی تحریک سے الگ رکھ کر محض قتلِ عام کا واقعہ قرار دینا خلافِ عقل ہو گا۔ دراصل یہ واقعہ اسلامی حکومت (فقہ جعفریہ کی بنیاد ہی پر سہی) قائم کرنے اور بادشاہت و ملوکیت ختم کرنے کی گزشتہ صدیوں کی تحریک کا ایک تسلسل تھا۔ البتہ یہ واقعہ ایک سنگِ میل ثابت ہوا، جس نے ایران کی نئی مسلمان نسل کو سیاسی و مذہبی تنظیم پر مجبور کیا۔ اسی تاریخ سے بادشاہت و آمریت کی سرنگونی کے لیے سیاسی جدوجہد کرنے والے بے شمار گروہ وجود میں آئے جو احیائے اسلام کی آرزوؤں اور مقاصد سے سرشار تھے۔ ان تمام گروہوں میں سب سے سچا گروہ ''ہیئت ہائے موتلفہ اسلامی'' نامی گروہ تھا جو فدائیانِ اسلام کے بچے کھچے افراد پر مشتمل تھا جو علماء کی قیادت پر اعتقاد رکھتے تھے۔ اِس گروہ نے جو اہم اقدامات کیے، اُن میں سے ایک 1964ء میں شاہی حکومت کے وزیرِ اعظم حسن علی منصور کا قتل تھا۔ یہ وہی شخص تھا جس نے 1964ء میں خمینی کو آٹھ ماہ کی قید سے رہائی کے بعد دوبارہ گرفتار کر کے ترکیہ جلاوطن کیا تھا۔ (جاری ہے)

عورت کے لئے

شوہر کی اطاعت کیوں ضروری ہے؟

اہلیہ ڈاکٹر رفیع الدین

عورت کو اللہ تعالیٰ نے لطیف مزاج کے ساتھ تخلیق کیا ہے۔ خاندان کا اطمینان اس کی ذکاوت اور سگھڑپن پر منحصر ہے۔ مصروف اسکالر جناب ابراہیم امینی نے اپنی کتاب ''خاندان کا اخلاق'' میں لکھا ہے کہ بیوی بننا کوئی معمولی اور آسان کام نہیں کہ جسے ہر نادان اور نا اہل لڑکی بخوبی نبھا سکے، بلکہ اس کے لئے سمجھداری، ذوق و سلیقہ اور ایک خاص دانشمندی اور ہوشیاری کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو عورت اپنے شوہر کے دل پر حکومت کرنا چاہتی ہے، اسے چاہیے کہ اس کی خوشی اور مرضی کے اسباب فراہم کرے، اس کے اخلاق و کردار اور طرزِ سلوک پر توجہ دے اور اسے اچھے کاموں کی ترغیب دلائے اور بُرے کاموں سے روکے۔ اس کی صحت و سلامتی اور اس کے کھانے پینے کا خیال رکھے اور اسے ایک باعزت، محبوب اور مہربان شوہر بنانے کی کوشش کرے، تاکہ وہ اس کے خاندان کا بہترین سرپرست اور اس کے بچوں کا بہترین باپ اور مربی ثابت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے عورت کو ایک غیر معمولی قدرت و صلاحیت عطا فرمائی ہے۔ خاندان کی سعادت و خوش بختی اور بدبختی اسی کے ہاتھ ہوتی ہے۔ عورت چاہے تو اپنے گھر کو جنت کا نمونہ بنا سکتی ہے اور چاہے تو اسے جہنم میں بھی تبدیل کر سکتی ہے۔ وہ اپنے شوہر کو ترقی کی بلندیوں پر بھی پہنچا سکتی ہے اور تنزلی کی طرف بھی لے جا سکتی ہے۔ عورت اگر شوہرداری کی ذمہ داریوں سے بخوبی واقف ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے جو فرائض مقرر فرمائے ہیں، انہیں پورا کرے تو ایک عام مرد کو بلکہ ایک نہایت معمولی اور نا اہل مرد کو ایک لائق اور باصلاحیت شوہر میں تبدیل کر سکتی ہے۔ ایک دانشور لکھتا ہے کہ عورت ایک عجیب و غریب طاقت کی مالک ہوتی ہے۔ وہ قضا و قدر کی مانند ہے وہ جو چاہے وہی بن سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے عورت کو ایک غیر معمولی قدرت و صلاحیت عطا فرمائی ہے۔ خاندان کی سعادت و خوش بختی اور بدبختی اسی کے ہاتھ ہوتی ہے۔ عورت چاہے تو اپنے گھر کو جنت کا نمونہ بنا سکتی ہے اور چاہے تو اسے جہنم میں بھی تبدیل کر سکتی ہے

اسمائلز کہتا ہے کہ اگر کسی فقیر اور بے مایہ شخص کے گھر میں خوش اخلاق اور متقی و نیک عورت موجود ہو تو وہ اس گھر کو آسائش و فضیلت اور خوش نصیبی کی جگہ بنا دیتی ہے۔

نپولین نے کہا تھا کہ اگر کسی قوم کی ترقی و تمدن کا اندازہ لگانا ہو تو اس قوم کی خواتین کو دیکھو۔

بالزاک کہتا ہے کہ نیک اور پاکدامن عورت کے بغیر گھر ایک قبرستان کی مانند ہے۔

اسلام میں بیوی کے فرائض کو اس قدر اہمیت دی گئی ہے کہ اس کو اللہ کی راہ میں جہاد سے تعبیر کیا گیا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں عورت کا جہاد یہی ہے کہ وہ بحیثیت بیوی اپنے فرائض کو بخوبی انجام دے، اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ اسلام کی عظمت و ترقی کے لئے اسلامی ممالک کا دفاع کرنے اور سماج میں عدل و انصاف قائم کرنے کے لئے اللہ کی راہ میں جہاد ایک بہت بڑی عبادت شمار کیا جاتا ہے۔ یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ عورت کے لئے شوہر کی دیکھ بھال کرنا اور اپنے فرائض کو انجام دینا کتنا اہم کام ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جس عورت کو ایسی حالت میں موت آجائے کہ اس کا شوہر اس سے راضی و خوش ہو، اسے جنت نصیب ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورت اللہ تعالیٰ کے حق کو ادا نہیں کر سکتی جب تک وہ بحیثیت شریکِ حیات اپنے فرائض کو بخوبی ادا نہ کرے۔ ایک اور جگہ ارشاد فرمایا، جو عورت اپنی زبان سے اپنے شوہر کو تکلیف پہنچاتی ہے اس کی نمازیں اور دوسرے اعمال قبول نہیں ہوتے، خواہ ہر روز روزہ رکھے یا اپنی دولت راہِ خدا میں خرچ کرے۔ ایسی عورت جو بدزبان ہو اور اپنی بدزبانی سے اپنے شوہر کو رنج پہنچائے، وہ سب سے پہلے دوزخ میں داخل کی جائے گی۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا، اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ کسی کو سجدہ کرے تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ (سنن ابی داؤد)

تو پیاری بہنو! اگر آپ چاہتی ہیں کہ آپ کا گھر خوشیوں کا گہوارہ بنے تو آج سے ہی اللہ سے وعدہ کریں کہ میں اپنے شوہر کو کبھی بھی تکلیف نہیں پہنچاؤں گی۔ اس بات کا بھی خیال رکھیے کہ آپ اپنے شوہر کی توہین اور بے عزتی نہ کریں، اسے بُرا بھلا نہ کہیں۔ اس کی طرف سے بے اعتنائی نہ برتیں۔ دوسروں کے سامنے اس سے تیز آواز میں بات نہ کریں اور اس کو بُرے ناموں سے نہ پکاریں۔ اگر آپ اس کی توہین کریں گی تو وہ بھی آپ کی توہین کرے گا، وہ رنجیدہ ہو جائے گا۔ آپ کی طرف سے اس کے دل میں کینہ بیٹھ جائے گا اور آپ کے درمیان اُنس و محبت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اور آپ کی زندگی ہمیشہ کشمکش میں رہے گی۔ اللہ نہ کرے کہ یہی ذہنی تناؤ اور نفسیاتی الجھنیں آپ کی زندگی کو تنہائی اور عذاب کے تاریک غاروں کی طرف لے جائیں۔

ضرورت رشتہ

☆ کراچی میں رہائش پذیر لڑکی، عمر 24 سال، تعلیم ایم کام (اکنامکس) پارٹ I مکمل، کے لئے دینی مزاج کے حامل نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ:

021-4986803 0300-3360286

☆ لڑکی، عمر 30 سال، تعلیم ایف اے، امور خانہ داری میں ماہر کے لیے دیندار، برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ لڑکی آج کل ہری پور میں رہائش پذیر ہے۔

برائے رابطہ: 042-5720476

☆ لڑکی، عمر 30 سال، تعلیم ایف اے، امور خانہ داری میں ماہر کے لیے دیندار، برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ سرگودھا کے رہائشی کو ترجیح دی جائے گی۔

(والدین رُجوع کریں) برائے رابطہ:

048-3740032 0300-4172199

☆ لاہور میں رہائش پذیر مغل خاندان کو اپنی بیٹی، عمر 31 سال، تعلیم ایم ایس سی (کیمسٹری)، اہلحدیث، گورنمنٹ کالج میں لیکچرر، باپردہ، صوم و صلوٰۃ کی پابند، کے لیے دینی مزاج کے حامل، ہم پلہ، تعلیم یافتہ، برسرروزگار نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔ لاہور کے رہائشی کو ترجیح دی جائے گی۔

برائے رابطہ 0333-4191201

بدنام زمانہ امریکی جنرل کی پاکستان میں تعیناتی

اشتیاق بیگ

گوانتاناموبے جیل کا شمار دنیا کی خطرناک ترین جیلوں میں ہوتا ہے۔ یہ جیل کیوبا کے ایک جزیرے گوانتاناموبے میں واقع ہے، جہاں امریکی قبضہ ہے۔ صدر بش کو گوانتاناموبے جیل میں مسلمان قیدیوں کو قید کرنے کا مشورہ اس لئے دیا گیا تھا کہ یہاں بین الاقوامی اور امریکی قانون کا اطلاق نہیں ہوتا۔ اس جیل کا مکمل کنٹرول امریکی فوجیوں کے ہاتھ میں ہے، وہ جس پر جس طرح چاہیں تشدد کریں اور سزا دیں، اور اس سزا کے خلاف اپیل کا کوئی حق نہیں۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں امریکی فوجی تفتیش کار ہیں۔ فوجی ہی وکیل صفائی، وکیل استغاثہ، اور جج بھی ہیں۔ اگر کسی قیدی کو سزائے موت دی جائے تو جلاد کا کام بھی امریکی فوجی سرانجام دیتے ہیں۔ گویا یہ ایک جنگل ہے اور امریکی فوج اس جنگل کی بادشاہ ہے۔ یہ ایک ایسی جیل ہے جہاں پر بربریت کی ایسی کہانیاں رقم ہیں کہ جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔ جیل میں بنے ہوئے 6X6 فٹ کے کمرے جس کی دیواریں، فرش، چھت، پلنگ، ٹوائلٹ، واش بیسن سب لوہے کے ہیں۔ یہاں کوئی کھڑکی نہیں جہاں سے سورج کی روشنی یا تازہ ہوا اندر آسکے۔ یہ کمرہ نہیں گویا آہنی قبر ہے، جس میں سینکڑوں مسلمان قید ہیں اور موت سے بدتر زندگی گزار رہے ہیں۔ اس جیل کی سکیورٹی اتنی سخت ہے، جیسے کسی جوہری پلانٹ کی ہوتی ہے۔ یہاں مسلمان قیدیوں پر اس طرح کا تشدد کیا جاتا ہے کہ جسے سن کر روح بھی کانپ اُٹھتی ہے۔ ایک امریکی انسانی حقوق کی کارکن سنڈی شیہان نے اس جیل کے بارے میں یہ کہا کہ اگر امریکہ میں انسان تو انسان اگر جانوروں کے ساتھ بھی اس طرح کا برتاؤ کیا جائے، جس طرح امریکی فوجی گوانتاناموبے میں مسلمانوں کے ساتھ غیر انسانی، ظالمانہ اور وحشیانہ سلوک کر رہے ہیں تو یہ جانور بھی حکومت کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں گے اور وہ بھی بغاوت پر اُتر آئیں گے۔ امریکہ کا دعویٰ ہے کہ گوانتاناموبے میں قید افراد جنگی قیدیوں کے زمرے میں نہیں آتے۔ اس لئے ان کے ساتھ جنیوا کنونشن کے تحت سلوک نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے امریکہ نے ان قیدیوں کو غیر قانونی جنگجو دشمن قرار دیا ہے۔ بین الاقوامی انسانی حقوق کی تنظیموں کے کارکنان اور رشتہ داروں کو قیدیوں سے ملنے اجازت نہیں دی جاتی۔ گوانتاناموبے میں قیدیوں کے ساتھ کس طرح کا سلوک کیا جاتا ہوگا، اس کا اندازہ امریکی بریگیڈیئر جنرل جینس کارپنسکی کے اس اعتراف سے لگایا جاسکتا ہے، جس میں انہوں نے بتایا کہ عراق کی ابوغریب جیل میں انہیں امریکی حکام بالا نے یہ ہدایت کی کہ ان قیدیوں کے ساتھ کتے کی طرح کا سلوک کرو جیسا کہ گوانتاناموبے جیل میں کیا جاتا ہے۔

گوانتاناموبے میں قید بیشتر افراد صدر بش کو صدر مشرف کا تحفہ ہیں۔ اس وقت بھی 65 پاکستانی گوانتاناموبے میں قید ہیں جو زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہیں۔ جیل سے رہا ہونے والے ایک قیدی شفیق رسول نے بتایا کہ ان کے ہاتھوں اور پیروں میں بیڑیاں باندھ کر انہیں پنجروں میں بند کر دیا جاتا۔ انہیں رفع حاجت کے لئے جانے کی بھی اجازت نہیں تھی۔ کئی مرتبہ حاجت سے کپڑوں میں فراغت ہو جاتی۔ امریکی فوجی قیدیوں کے سامنے اسلام اور قرآن کی تضحیک کرتے ہیں۔ اگر جیل میں کوئی قرآن مجید کی باآواز بلند تلاوت کرے، تو اس کا منہ ماسکنگ ٹیپ لگا کر بند کر دیا جاتا ہے۔ یہاں پر ہونے والے مظالم میں بجلی کے جھٹکے دینا، پانی کے ٹینک میں ڈبو دینا، پانی اور خوراک سے محروم رکھنا، ہتھکڑیوں میں باندھ کر چھت پر لٹکا دینا عام ہے۔ ان قیدیوں میں سے ایک پاکستانی بزنس مین سعود میمن تھا جسے امریکہ نے گوانتاناموبے جیل میں کئی سال قید رکھا اور اس پر بے پناہ تشدد کیا۔ جب امریکیوں کو یقین ہو گیا کہ وہ چند دنوں کا مہمان ہے تو اسے ایک ڈھانچے کی شکل میں پاکستان بھیج دیا گیا جہاں کچھ عرصے بعد اس کی موت واقع ہو گئی۔

گوانتاناموبے کے موضوع پر ایرک سارا اور واویکا ٹوک نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں ایک امریکی سپاہی کے حوالے سے لکھا ہے کہ گوانتاناموبے میں خواتین اہلکار تفتیش کے دوران ان کے سامنے برہنہ ہو جاتی ہیں۔ ایک امریکی فوجی عورت نے ایک قیدی کے لباس سے اپنے مخصوص ایام کا خون صاف کیا، تاکہ وہ قیدی اپنی نماز ادا نہ کر سکے۔ امریکی ان قیدیوں سے کہتے ہیں کہ بلاؤ اپنے اللہ کو، وہ تمہاری مدد کو کیوں نہیں آتا۔ زیر حراست قیدی قید تنہائی میں رکھے جاتے ہیں، ان کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوتی ہے تاکہ وہ ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکیں۔ انہیں اجازت نہیں کہ وہ ایک دوسرے سے بات کر سکیں۔

13 مارچ 2008ء دنیا بھر کے مسلمانوں بالخصوص پاکستانیوں کے لئے شرمناک دن تھا۔ اس دن امریکی محکمۂ دفاع نے میجر جنرل جے ڈبلیو ہڈ کو پاکستان میں امریکی سفارت خانے میں اپنا دفاعی نمائندہ مقرر کرنے کے احکامات جاری کئے۔ جے ہڈ وہی کمانڈر ہے، جس کے دور میں مسلمان قیدیوں پر مظالم کے پہاڑ توڑے گئے اور اسی کے دوران میں مبینہ طور پر قرآن مجید کی بے حرمتی کی گئی۔ وہ اس وقت شدید تنقید کا نشانہ بنا جب اُس کے دور میں مسلمان قیدیوں پر مظالم ڈھائے گئے اور قرآن مجید کی بے حرمتی کے کئی واقعات رونما ہوئے۔ امریکی اخبار واشنگٹن پوسٹ نے اپنی 4 جون 2005ء کی اشاعت میں واضح طور پر یہ خبر شائع کی تھی کہ جے ہڈ جب گوانتاناموبے جیل کے انچارج تھا تو امریکی فوجیوں اور تفتیش کاروں نے قرآن مجید کو ٹھوکریں ماریں اور تفتیش کے دوران وہ قرآن مجید کے اُوپر کھڑے ہو گیا اور اُس نے قرآن مجید پر وہ غلاظت پھینکی جس کا نام لکھنا یہاں قلم گوارا نہیں کرتا اور اس کے بعد اس ظالم امریکی فوجی نے قرآن کریم کو فلش میں بہایا (نعوذ باللہ)۔ اخبار کے اس انکشاف کے بعد پینٹاگون کی جاری کردہ تحقیقات کے مطابق جے ہڈ کے دور میں گوانتاناموبے جیل میں مبینہ طور

توہین قرآن کے مرتکب امریکی جنرل ہڈ کی پاکستان میں تعیناتی مسلمانوں کے زخموں پر نمک پاشی کے مترادف ہے۔ نئی جمہوری حکومت ایسے متنازعہ شخص کی اپنے ملک میں تعیناتی سے انکار کر دے

پر امریکیوں نے کم از کم پانچ بار قرآنِ مجید کی بے حرمتی کی۔ جنرل جے ہڈ نے اپنے دفاع میں یہ کہا کہ گوانتانا موبے جیل میں اس طرح کے واقعات دانستہ نہیں بلکہ نادانستہ طور پر ہوئے ہیں۔ دنیا بھر کے مسلمانوں نے اس بے حرمتی پر سخت احتجاج کیا اور اس احتجاج کے دوران 16 مسلمان شہید ہوئے۔ جنرل جے ہڈ کو پاکستان میں اس عہدے کے لئے امریکی فوج نے نامزد کیا اور اعلیٰ امریکی حکام کی منظوری سے ان کی تعیناتی عمل میں آئی۔ اس تقرری کو خفیہ رکھا گیا مگر جب یہ خبر فاش ہوئی تو امریکیوں نے یہ کہہ کر اپنی خفت مٹائی کہ پاکستان میں جنرل ہڈ کی تقرری کا ان کی گوانتانا موبے میں کئی سال تعیناتی سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ اس وجہ سے عمل میں آئی ہے کہ وہ ایک نمایاں سینئر فوجی افسر ہیں اور ایک سینئر امریکی فوجی افسر کی اس عہدے پر پاکستان میں تعیناتی امریکہ اور پاکستان کے درمیان پائی جانے والی مفاہمت کا نتیجہ ہے۔

پاکستانیوں کے لئے یہ انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ امریکہ نے ایک ایسے متنازع شخص کو پاکستان میں اپنا چیف دفاعی نمائندہ مقرر کیا ہے جس کی یونیفارم مسلمانوں کے خون سے داغ دار ہے اور جو مسلمانوں کی مقدس کتاب جو انہیں اپنی جان اور آبرو سے بھی زیادہ عزیز ہے، کی بے حرمتی کا مرتکب ہوا ہے۔ اس طرح کے شخص کی تعیناتی کر کے امریکہ نے 16 کروڑ پاکستانیوں کی دل آزاری کی ہے۔

اس خبر کی اشاعت سے پاکستانیوں کے ذہن میں ان تمام واقعات کی یاد تازہ ہو گئی جو گوانتانا موبے جیل میں جنرل ہڈ کے دور میں پیش آئے۔ پاکستانیوں کی رائے ہے کہ ایک ایسے وقت میں جب ڈنمارک اور ہالینڈ کے اخبارات و رسائل میں حضور اکرم ﷺ کے خلاف اہانت آمیز خاکوں کی اشاعت اور ہالینڈ کے گیرٹ ویلڈر کی قرآن کریم کے خلاف توہین آمیز فلم کے اجراء سے مسلمانوں کے جذبات مشتعل اور دل زخمی ہیں۔ ایسے موقع پر جنرل ہڈ کی پاکستان میں تعیناتی پاکستان کے مسلمانوں کے زخموں پر نمک پاشی کے مترادف ہے۔ پاکستان کو بین الاقوامی سفارتی قوانین کے تحت یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی بھی متنازعہ شخص کی اپنے ملک میں تعیناتی سے انکار کر سکتا ہے۔ اب جبکہ نئی جمہوری حکومت نے حلف اُٹھالیا ہے تو لوگ یہ توقع کرتے ہیں کہ نئی جمہوری حکومت امریکی دباؤں میں آئے بغیر جنرل جے ہڈ کی پاکستان میں تعیناتی کے فیصلے سے انکار کر دے گی۔ ہم جنرل ہڈ کو گوانتانا مو میں قرآن کی بے حرمتی سے تو نہیں روک سکے لیکن ہم پاکستانی اسے اپنے ملک میں آنے سے ضرور روک سکتے ہیں۔

(بشکریہ روزنامہ ''جنگ'')

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

امیر تنظیم اسلامی کے دورہ پشاور کی روداد

30 مارچ 2008ء کو امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید اپنے سالانہ دورے پر پشاور تشریف لائے۔ ناظم اعلیٰ اظہر بختیار خلجی بھی اُن کے ہمراہ تھے۔ مغرب کی نماز کے بعد رفقاء کے ساتھ تعارفی نشست کا آغاز ہوا۔ سب سے پہلے مقامی امیر حافظ خورشید انجم نے اپنا تعارف پیش کیا اور پھر تنظیم اسلامی پشاور میں موجود اسروں اور نقباء کا تعارف کروایا۔ اس کے بعد امیر تنظیم کے ساتھ ان رفقاء کا تعارف ہوا، جو پچھلے دو سال کے عرصے میں تنظیم میں شامل ہوئے ہیں۔

تعارف کے بعد سوال و جواب کی نشست ہوئی، جس میں رفقاء نے حالات حاضرہ، دیگر دینی جماعتوں کے ساتھ تنظیم کے تعلق و تعاون کے حوالے سے سوالات کیے۔ امیر تنظیم اسلامی نے ان سوالوں کے جوابات دیئے اور ساتھ ساتھ دعوت کی اہمیت کو بھی واضح کیا۔ ساڑھے نو بجے نماز عشاء ادا کی گئی، اور اس کے ساتھ ہی اس نشست کا اختتام ہوا۔

اگلے دن امیر تنظیم اسلامی کا ایک عمومی خطاب ''مقام رسالت اور ہماری ذمہ داریاں'' کے موضوع پر حلیم ٹاور میں ہوا۔ امیر محترم نے واضح کیا کہ گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کا معاملہ ہو یا قرآن حکیم کی بے حرمتی، یہ سب دراصل عالم کفر کی اسلام کے خلاف جنگ کا حصہ ہے۔ اور یہ جنگ کئی محاذوں پر لڑی جا رہی ہے۔ کفار ایک طرف عسکری یلغار کر رہے ہیں، دوسری جانب وہ دجالی تہذیب کو زور و شور سے پھیلا رہے ہیں۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ ہم سب کا یہ فرض ہے کہ اسلامی تہذیب کو پروان چڑھانے اور دین کو قائم کرنے کے لیے اپنا تن من دھن لگا دیں۔ انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ ڈنمارک کے ساتھ سفارتی و تجارتی تعلقات منقطع کیے جائیں اور عوام سے بھی اپیل کی کہ ان ممالک کی مصنوعات کا بائیکاٹ کریں۔

انہوں نے کہا کہ سب سے بنیادی بات یہ ہے کہ ہم نبی اکرم ﷺ کی ذات بابرکات کے حوالے سے اپنی ذمہ داریاں ادا کریں۔ حضور ﷺ کا سچا امتی ہونے کے ناطے ہمیں چاہیے کہ دل سے آپؐ پر ایمان لائیں، آپؐ کی توقیر و تعظیم کریں اور پھر غلبہ و اقامت دین کے مشن کے لیے اپنی توانائیاں وقف کر دیں۔ ہم میں سے ہر ایک کو اپنا جائزہ لینا چاہیے کہ میں نے کس قدر آپؐ کی تعلیمات کو اختیار کیا ہے۔ اور جہاں کمی کوتاہی ہے، اُس کا ازالہ کیا جائے۔ (مرتب: محمد ابراہیم)

تنظیم اسلامی گوجرانوالہ کے زیر اہتمام ماہانہ تربیتی و دعوتی

تنظیم اسلامی گوجرانوالہ کے زیر اہتمام 27 اور 28 مارچ کی درمیانی شب مسجد نمرہ (مرکز گوجرانوالہ) میں شب بیداری منعقد ہوئی۔ پروگرام کا آغاز مغرب کی نماز کے بعد ہوا۔ ناظم حلقہ گوجرانوالہ نے سورہ یٰسین کی چند آیات کی تلاوت کی۔ بعد ازاں ان آیات کی روشنی میں بندگی رب کے معنی و مفہوم کو واضح کیا۔ انہوں نے کہا کہ بندگی رب کا تقاضا ہے کہ زندگی کے تمام معاملات میں شریعت کی پیروی کی جائے۔ یہی نجات اور کامیابی کا راستہ ہے۔

درس قرآن کے بعد ابوبکر عثمان نے اسلام، ایمان اور احسان کے حوالے سے حدیث جبریلؑ پر گفتگو کی۔ بعد ازاں نماز عشاء اور کھانے کا وقفہ ہوا۔ وقفے کے بعد ناظم حلقہ نے توبہ کی عظمت پر مذاکرہ کرایا جس میں شرکاء نے بھرپور حصہ لیا۔ اس کے بعد راقم الحروف نے قرآن کی تلاوت کے فوائد اور انسانی دل پر اس کے اثرات پر گفتگو کی۔ آخر میں دُعا کی اہمیت و فضیلت اور آداب پر مفصل گفتگو ہوئی۔ مقامی امیر تنظیم خورشید نبی نور نے رفقاء کو اپنی دینی ذمہ داریاں ادا کرنے، اُسرہ کو مضبوط کرنے اور دعوتی کام پر توجہ مرکوز کرنے کی یاد دہانی کرائی۔

پروگرام کے آخر میں بیماروں اور وفات پانے والے حضرات کے لئے خصوصی دُعا کی گئی مسنون دُعا پر اس پروگرام کا اختتام ہوا۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں راہ بندگی پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، نفاق سے بچائے اور اقامت دین کی جدوجہد میں ہماری حقیر سی کاوشوں کو قبول فرمائے۔ (رپورٹ: حافظ محمد افضل)

تنظیم اسلامی نارتھ کراچی کے زیر اہتمام تربیتی نشست

تنظیم اسلامی نارتھ کراچی کے زیر اہتمام رفقاء کے لئے ماہانہ تربیتی نشست 29 مارچ 2008ء بروز ہفتہ منعقد کی گئی۔ یہ نشست شب بیداری کی صورت میں رکھی گئی تھی۔ پروگرام کا آغاز رات ساڑھے نو بجے ہوا۔ سب سے پہلے امیر مقامی تنظیم جناب عبد العظیم نے رفقاء کو خوش آمدید کہا، جس کے بعد بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد کا خطاب ''حزب اللہ کے اوصاف'' بذریعہ ویڈیو دکھایا گیا، جس کے بعد رفقاء نے گروپوں کی صورت میں خطاب پر مذاکرہ کیا، اور خطاب کے اہم نکات پر ایک دوسرے سے گفتگو کی۔ بعد ازاں جناب عبد العظیم نے ادعیہ ماثورہ کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے رفقاء کو روزمرہ کی دعاؤں کی تاکید کی اور انہیں یہ دُعائیں یاد بھی کروائیں۔ یہ رات کی نشست کا آخری پروگرام تھا۔ جس کے بعد آرام کا وقفہ ہوا۔

اگلی صبح نمازِ تہجد کے لئے رفقاء کو جگایا گیا۔ نمازِ تہجد کے بعد مقامی ناظم تربیت طارق امیر پیرزادہ نے قرار دادِ تاسیس کا مطالعہ کروایا۔ بعد نمازِ فجر سیف الرحمٰن نے درسِ حدیث دیا۔ راقم الحروف کے ذمہ درسِ قرآن تھا۔ چنانچہ سورۃ الحدید کی آیات 7 تا 11 کی روشنی میں انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت پر گفتگو کی اور رفقاء کو اِس کی ترغیب و تشویق دلائی۔ بعدازاں ناشتا ہوا، اور صبح آٹھ بجے مسنون دُعا پر تربیتی نشست کا اختتام ہوا۔ اِس پروگرام میں 26 رفقاء نے شرکت کی۔

(رپورٹ: عطاء الرحمٰن عارف)

تنظیم اسلامی جہلم کے زیر اہتمام فکری نشست

یکم اپریل 2008ء کو تنظیم اسلامی جہلم کا اجلاس ملک عبدالصمد کی رہائش گاہ واقع مشین محلہ جہلم میں ہوا۔ جس میں راجہ مشتاق احمد، مرکزی ناظم دعوت رحمت اللہ بٹر اور نائب ناظم دعوت محمد اشرف وصی اور جملہ مقامی رفقاء شرکت کی۔

اجلاس کی کاروائی کا باقاعدہ آغاز شام سات بجے تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ قاری عبدالرؤف نے تلاوت کی۔ راجہ مشتاق احمد نے موضوع گفتگو "تنظیم اسلامی کی دعوت کیا، کیوں اور کیسے" کا تعارف کرایا۔ اس کے بعد جناب محمد اشرف وصی نے اِس موضوع پر نہایت مدلل گفتگو کی۔ اس دوران نمازِ عشاء کے لئے وقفہ کیا گیا۔ وصی صاحب کا بیان بعد نمازِ عشاء ساڑھے نو بجے تک جاری رہا۔ بعدازاں کھانے کا وقفہ ہوا۔ کھانے کا تمام تر انتظام ملک عبدالصمد نے کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ وصی صاحب کے بعد رحمت اللہ بٹر صاحب نے بھی اس موضوع پر مختصر گفتگو کی۔ رات دس بجے دُعا پر اجلاس اختتام پذیر ہوا۔ (رپورٹ: سلطان محمود)

تنظیم اسلامی صادق آباد کے زیر اہتمام تحفظ ناموس رسالت ریلی

3 اپریل 2008ء بروز جمعرات صادق آباد میں تنظیم اسلامی صادق آباد کے زیر اہتمام تحفظ ناموس ریلی نکالی گئی۔ ریلی کی خاص بات یہ تھی کہ اِس میں تمام مکاتبِ فکر کے اکابرین کو شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔ ریلی کا آغاز بعد نماز عصر ریلوے اسٹیشن کے سامنے مسجد "رئیس غازی" سے ہوا۔ ریلی میں تنظیم اسلامی کے رفقاء واحباب کے علاوہ جماعتِ اسلامی اور جمعیت اہلحدیث کے ڈیڑھ صد افراد بھی شریک ہوئے۔ لیڈرز کالج آف کامرس اور گورنمنٹ کالج آف کامرس کے پُرجوش طلبہ بھی اِس ریلی میں شریک تھے۔ صادق آباد شہر کی معزز اور بزرگ شخصیت چودھری نثار احمد قدم قدم پر رہنمائی کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ شرکاء نے ٹی بورڈ اٹھا رکھے تھے۔ ریلی جب چوک فوارہ میں پہنچی تو جماعت اسلامی کے سابق ضلعی امیر چودھری اشتیاق نے اپنے خطاب میں عوام سے اپیل کی کہ وہ پورے شعور وادراک کے ساتھ اسوۂ رسولؐ کو اختیار کریں۔ اور یورپی مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ کریں۔ میلاد چوک میں پہنچ کر تنظیم اسلامی کے رہنما حافظ خالد شفیع نے مولانا الطاف حسین حالی کے اشعار سے اپنے خطاب کا آغاز کیا تو طلبہ اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے۔ چنانچہ "غلامی رسول میں موت بھی قبول ہے" کے نعرے بلند ہوئے۔

راقم کی طرف سے شرکاء کو گاہے گاہے یہ ہدایت کی جاتی رہی، کہ ہماری ریلی پُرامن ہے، کسی کی پراپرٹی کو نقصان نہ پہنچایا جائے، ٹریفک میں رخنہ نہ ڈالا جائے۔ "پل نہر کینٹ سجاول" پر پہنچ کر دُعا کے ساتھ ریلی کا اختتام ہوا۔ تنظیم اساتذہ کے مقامی رہنما قاری محمد رمضان نے دُعا کرائی۔ صادق آباد شہر میں منعقد ہونے والی یہ پہلی "تحفظِ ناموس ریلی" تھی۔ (مرتب: سجاد منصور)

تنظیم اسلامی رحیم یار خان کے زیر اہتمام احتجاجی مظاہرہ

تنظیم اسلامی رحیم یار خان کے زیر اہتمام 6 اپریل 2008ء کو ڈنمارک کے اخبارات میں توہین رسالت پر مبنی خاکوں کی اشاعت اور ہالینڈ کے رکن پارلیمنٹ ملعون گیرٹ وائلڈر کی توہین قرآن پر مبنی فلم کے اجراء کے خلاف ایک احتجاجی مظاہرہ کیا گیا اور ریلی نکالی گئی، جس میں رفقائے تنظیم اسلامی کے علاوہ احباب نے بھی شرکت کی۔ مظاہرے کا آغاز پریس کلب سے ہوا۔ بعدازاں مظاہرین ٹاؤن ہال، شاہی روڈ سے ہوتے ہوئے ریلوے چوک پہنچے۔ جہاں یہ مظاہرہ اختتام پذیر ہوا۔ مقررین نے ڈنمارک اور ہالینڈ کی شدید مذمت کی، اور صلیبی انتہا پسندانہ اقدامات کے خلاف امت کو متفقہ موقف اپنانے پر زور دیا۔ انہوں نے واضح کیا کہ یہ سب کچھ دراصل یہودی سازش کا شاخسانہ ہے، جو وقفے وقفے سے آگے بڑھ رہی ہے۔ انہوں نے حکومت سے ان ممالک سے سفارتی اور تجارتی تعلقات کے انقطاع کا مطالبہ کیا اور عوام سے بھی اپیل کی کہ وہ یورپی ممالک کی مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ کریں، کہ یہ ہماری غیرتِ ایمانی کا ادنیٰ تقاضا ہے۔ (رپورٹ: عبدالرزاق گوجر)

بقیہ: اداریہ

کی معاشی کفالت کرتی ہے وہاں خودکشیوں کا بے تحاشہ رجحان کیوں ہے۔ ہماری رائے میں وہاں روح بھوکی ہے، روح کو بھی مطلوبہ خوراک مہیا نہ ہو تو انسان زندگی سے بیزار ہو جاتا ہے، لہٰذا دنیا کو ایسے نظام کی ضرورت ہے جو انسانوں کے اجسام اور ارواح دونوں کو اس کی ضروریات مہیا کرے۔ تبھی زندگی قیمتی بن سکے گی اور کون نہیں جانتا کہ اسلامی نظام دنیا کا واحد نظام ہے جو لوگوں کے جسم اور روح دونوں کو خوراک مہیا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ لہٰذا انسانوں کی آخرت ہی نہیں اُن کی دنیا سنوارنے اور زندگی کو پُرکشش بنانے کے لئے اسلامی نظام ناگزیر ہے۔ وگرنہ یہ دنیا جسمانی اور روحانی غرباء کے لئے جہنم بنی رہے گی اور خودکشیاں ہوتی رہیں گی۔ ایسی ہی زندگی کے لئے اقبالؒ پون صدی پہلے کہہ گئے تھے

ع "زندگی کی شاخ سے پھوٹے، کھلے، مرجھا گئے"۔

مسجد انتظامیہ کی توجہ کے لئے

اکثر نمازی حضرات مسجد کے اندر اپنا موبائل فون بند کرنا بھول جاتے ہیں، جس کی وجہ سے دوسرے نمازیوں کو نماز اور خطبہ کے دوران پریشانی ہوتی ہیں اور مسجد کا تقدس بھی پامال ہوتا ہے۔
اس پریشانی سے بچنے کے لئے ہم مناسب قیمت پر جامر فراہم کررہے ہیں۔ خواہشمند حضرات ہم سے رابطہ کریں۔

برائے رابطہ: عبدالواحد موبائل نمبر: 0321-2026250
(بوقت:۔ بعد نماز ظہر تا عشاء)

روٹی کی نوکری

آج کل عبدالنبی سلیم کی مرکزی ملازمت یہ ہے کہ وہ روٹی خریدنے کے لیے قطار میں کھڑا ہو جائے۔ مصر کے دارالحکومت قاہرہ میں مقیم 65 سالہ عبدالنبی نے عمر بھر ایمان داری سے نوکری کی۔ سبک دوشی پر جو رقم ملی اس سے مکان بنا لیا۔ غذاؤں کی بڑھتی قیمتوں کے باعث وہ مالی مشکلات کا شکار ہے۔

مصری حکومت نے عرصہ دراز سے ایسے مراکز قائم کر رکھے ہیں، جہاں غریبوں کو سستی روٹی ملتی ہے۔ اب زبردست مہنگائی کے باعث وہاں بہت رش رہنے لگا ہے۔ مہنگائی نے دراصل عبدالنبی جیسے سفید پوشوں کو بھی مجبور کر دیا ہے کہ وہ چلچلاتی دھوپ تلے قطار میں کھڑے ہوں اور اپنی باری کا انتظار کریں۔ سرکاری مرکز سے ایک وقت میں زیادہ سے زیادہ دس روٹیاں ملتی ہیں۔ وہ روزانہ مرکز آتا ہے اور اس کے لیے قطار میں کھڑا ہونا کسی عذاب سے کم نہیں، مگر زبردست مہنگائی کے باعث وہ یہ اذیت برداشت کرنے پر مجبور ہے۔

یہ صرف مصر کا ہی معاملہ نہیں، کئی مسلم اور غیر مسلم ممالک میں غذاؤں کی قیمتیں بڑھتی چلی جا رہی ہیں۔ اس صورت حال نے خصوصاً غریبوں کو بہت تشویش میں مبتلا کر دیا ہے۔ وہ دن بھر مشقت کر کے اتنی رقم کماتے ہیں کہ جسم و جان کا رشتہ برقرار رکھ سکے۔ اب ان کی ساری آمدن کھانے پر ہی خرچ ہونے لگی، تو دوسرے لازمی اخراجات کیونکر پورے ہوں گے۔

بنگلہ دیش بھی غذائی بحران کی زد میں ہے۔ ایک تو وہاں آبادی بہت زیادہ ہے، دوسرے سمندری طوفان بہت آتے ہیں۔ یہ طوفان ہزاروں ایکڑ پر پھیلے چاول اور دیگر اجناس کی فصلیں تباہ کر ڈالتے ہیں۔ قدرتی آفات کو مدنظر رکھ کر ہی بنگلہ دیشی حکومت "ایمرجنسی غذائی ذخیرے" قائم کر رہی ہے۔ مزید براں اس نے ملک بھر میں 7000 مراکز قائم کیے ہیں، جہاں غریبوں کو رعایتی داموں پر چاول اور دیگر غذائیں مل رہی ہیں۔

پاکستان کی صورتحال بھی اس سے مختلف نہیں، جس کے حکمران ملکی خزانے کو بے دریغ لٹاتے ہیں اور عوامی خوشحالی کے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں، مگر عملاً حالت یہ ہے کہ غریب آٹے کے لئے مارے مارے پھر رہے ہیں۔

افغانستان میں صدارتی انتخابات

افغانستان کے الیکشن کمیشن نے اعلان کیا ہے کہ 2009ء کے اواخر میں صدارتی انتخابات منعقد ہوں گے۔ پھر 2010ء کے موسم گرما میں پارلیمانی انتخابات ہوں گے۔ اقوام متحدہ اور صدر حامد کرزئی چاہتے تھے کہ دونوں قسم کے انتخابات ایک ہی دن ہوں تاکہ یوں اخراجات بچیں، نیز سیکورٹی کی صورت حال بھی یہ تقاضا کرتی ہے۔ تاہم سیاسی جماعتوں اور سیاست دانوں کے اختلافات کی وجہ سے صدارتی و پارلیمانی انتخابات علیحدہ تاریخوں پر کرانے پڑ رہے ہیں۔

افغانی تاریخ میں 2009ء کے صدارتی انتخابات اپنی قسم کے دوسرے الیکشن ہوں گے جب افغان ووٹ کے ذریعے صدر کا انتخاب کریں گے۔ اس سے قبل 2004ء میں بلاواسطہ ووٹ پر مبنی صدارتی انتخابات ہوئے تھے جس میں حامد کرزئی کو کامیابی ملی تھی۔ غیر ملکی طاقتوں نے 2004ء کے صدارتی اور 2005ء کے پارلیمانی انتخابات کرانے پر 359 ملین ڈالر خرچ کیے تھے۔ اگلے انتخابات کے اخراجات بھی وہی بھریں گے۔

ماہرین کو یقین ہے کہ 50 سالہ حامد کرزئی اگلے انتخابات میں بھی حصہ لیں گے۔ گو بڑھتے عدم تحفظ، رشوت خوری کے خاتمے میں ناکامی، طالبان مجاہدین کے احیا اور پوست کی کاشت میں بڑھوتری کے باعث افغان عوام اور غیر ملکی طاقتیں، دونوں حامد کرزئی سے ناخوش ہیں، پھر بھی یہی امکان ہے کہ وہ 2009ء کے صدارتی انتخابات میں مضبوط کٹھ پتلی امیدوار ہوں گے۔ دراصل انہیں امریکہ کی آشیر باد حاصل ہے اور یورپی یونین کی نظر میں بھی وہی قابل اعتماد "رہنما" ہیں۔

کوسوو اسمبلی نے آئین منظور کر لیا

کوسوو کی 120 ارکان پر مشتمل اسمبلی نے ملک کا نیا آئین منظور کر لیا ہے۔ اس آئین میں اقلیتوں کے حقوق کو کامل تحفظ دیا گیا ہے۔ کوسوو کی خودمختاری کے سلسلے میں یہ اقدام بہت اہم ہے، کیونکہ اب 15 جون کو ملک کا تمام تر انتظام اقوام متحدہ کے بجائے اس کی حکومت سنبھال لے گی۔ پھر دفاع کی ذمہ داری بھی کوسوو باشندوں کے کاندھوں پر آ پڑے گی۔ تاہم افسوسناک بات یہ ہے کہ یورپی یونین کا ایک مشن یورپ کے اس مسلمان ملک میں رہے گا، جسے سرکاری فیصلوں کو ویٹو کرنے کا حق حاصل ہے۔

اگر پاک بھارت ایٹمی جنگ ہوئی تو......

امریکی یونیورسٹی آف کولوریڈو سے منسلک سائنس دانوں نے ایک تحقیق کے بعد انکشاف کیا ہے کہ اگر مستقبل میں بھی پاکستان اور بھارت کے مابین ایٹمی جنگ ہوئی، تو اس سے نہ صرف لاکھوں لوگ اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے بلکہ اوزون کی تہہ میں بھی بہت بڑا سوراخ پڑ جائے گا۔ وجہ یہ ہے کہ پچاس لاکھ میٹرک ٹن وزنی گرد و غبار، راکھ اور دوسرا مواد آسمان کی نچلی سطح میں داخل ہو جائے گا۔ یوں اوزون کی تہہ پھر دھوپ میں شامل خطرناک شعاعیں نہیں روک سکے گی اور وہ زمین پر پہنچ جائیں گی۔ چونکہ یہ سوراخ برعظیم ہندو پاک کے اوپر سب سے بڑا ہوگا، لہٰذا یہاں آباد لاکھوں افراد جلد کے کینسر اور دیگر بیماریوں میں مبتلا ہو جائیں گے۔ نیز وسیع پیمانے پر فصلوں کو نقصان پہنچے گا اور ہزاروں لاکھوں جانور بھی مر جائیں گے۔

ڈیموکریٹک امیدوار اور عراقی صورت حال

امریکہ میں ڈیموکریٹک پارٹی کے امیدواروں باراک اوباما اور ہیلری کلنٹن دونوں نے ووٹروں سے وعدہ کیا ہے کہ اگر وہ صدر بنے، تو جلد از جلد عراق سے امریکی فوج واپس بلا لیں گے۔ مگر عسکری ماہرین کا کہنا ہے کہ امریکی فوج کو واپس آتے ہوئے کئی سال لگ سکتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پینٹاگون یقیناً یہ چاہے گا کہ سارا ساز و سامان اور فوج بحفاظت وطن واپس پہنچ جائیں۔ لہٰذا واپسی کے لیے ضروری انتظامات اور اقدامات کرتے ہوں گے۔ ایسا نہیں ہے کہ ہر امریکی فوجی نے اپنا تھیلا اٹھایا اور امریکہ روانہ ہو گیا۔ بہر حال صورتحال سے واضح ہے کہ امریکہ عراق سے اپنا بوریا بستر گول کرنے کی تیاری کر رہا ہے۔

سیکیورٹی کونسل کی بڑھوتری

پچھلے دنوں جرمنی اور قبرص نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ اقوام متحدہ کی 15 رکنی سلامتی کونسل کے مزید 7 نئے رکن بنا دیے جائیں۔ تاہم یہ تجویز جنرل اسمبلی کے اس گروپ کی حمایت حاصل نہ کر سکی جو عالمی ادارے کے سب سے طاقتور حصے کی اصلاح کرنے کے لیے بنایا گیا ہے۔

اس تجویز کی مخالفت میں پاکستان، اٹلی اور ان کے ہم نوا پیش پیش تھے۔ اس پر تنقید کرتے ہوئے اقوام متحدہ میں پاکستانی سفیر منیر اکرم نے کہا کہ یہ صرف چند ممالک کے مفادات کا تحفظ کرتی ہے۔

18.1 ملین ڈالر کی کلید

عباسی خلیفہ المقتدی ابوجعفر المستعصر ابوالعباس کے دور (بارہویں صدی عیسوی) میں خانہ کعبہ کی ایک کلید بنائی گئی تھی۔ لوہے سے بنی یہ چابی 37 سینٹی میٹر لمبی ہے۔ پچھلے دنوں یہ چابی لندن کے مشہور نیلام گھر سوتھبے میں نیلامی کے لیے پیش کی گئی، تو وہ 18.1 ملین ڈالر میں فروخت ہوئی۔ یوں نیلامی میں اسلامی آرٹ کے نمونے کی فروخت کا نیا ریکارڈ قائم ہو گیا۔ پاکستانی کرنسی میں یہ رقم ایک ارب بارہ کروڑ روپے بنتی ہے۔

substantially increase the price of oil. For the industrial countries, the oil price spike of the early 1970s brought profound dislocations and a deep recession. The economic impact in Europe was correspondingly severe.

A fundamental question which the globalists must address is how to keep the economy going in a world that has gone 'beyond petroleum'. This question was answered by Tony Blair. Information technology – the new economy – provides the answer.

In the post petroleum world, we will shop from home via the Internet. Once digital TV becomes widespread (by 2008), we can order everything we need online. Even if we are to cope with fuel shortages, limited transport and disruptions to supply, we can still order our consumer goods and vital supplies via the web. What a quick and efficient system, and its all so much more environmentally friendly! Everything will be delivered to the doorstep by a fleet of TNC owned delivery vehicles run on compressed natural gas (well, it's good to know they're doing their bit to save the environment!).

5. Sustainability

The Asian 'recovery' and the current burst of economic growth in China, South America and Eastern Europe is fuelled by oil. Demand is taxing the present system beyond production capacity. In February 2000, the International Energy Agency announced "industry oil stocks worldwide were lower at the end of last year (1999) than at any time in the past decade. Yet demand is constantly growing. The present gap between demand and supply means that no surplus oil is available to build stocks and that they continue to be drawn down to meet current requirements. To restore stocks by the end of 2000, even to the very low levels of 1999, an early and substantial increase in production will be needed... the IEA will reinforce its work on energy efficiency and energy diversification."

If we really are entering the post-petroleum world, all of the rhetoric about 'sustainability' begins to make sense. We've all heard it: Sustainable agriculture. Sustainable water. Sustainable development. Sustainable energy. Sustainable transport. Sustainable. Sustainable. Sustainable. But what does 'sustainable' actually mean? It means subsistence. It means the bearable minimum. Sufferable, tolerable and passable. Sustainable means to survive, not thrive. Sustainability will become the imperative of the post petroleum world.

Considering the evidence presented in this article so far, it is possible to make the following conclusion:

We are confronted with the greatest transformation of human affairs in all history. The world will soon pump oil at maximum capacity. Once this happens, even minor disruptions will send immense shocks reverberating through the oil market, resulting in sharp and sustained increases in the prices of crude and refined products. This will cause economic growth to slow. Recession, even depression is possible. These looming problems became critically apparent in 1995, and have now been exacerbated by escalating tensions in the Middle East.

The TNCs have banded together to usher in a new era of 'corporate social responsibility'. This new 'ethic' will see TNCs becoming concerned with human rights, the environment, labour standards, women and minorities. Corporate social responsibility means just that. The corporations will take responsibility for our social development. They will maintain that their good deeds are propelled by global environmentally sustainable ethics.

By setting global 'standards' for sustainable agriculture, they will be able to dictate what food is grown, where it is grown, how it is grown and any other 'treatments' that are deemed necessary.

The alliance between the TNCs and the UN is a tactic that will ultimately consolidate control of the agenda.

The risk of chaos, disord destruction faces the TNCs fail to adapt appropriately But the people of the world dramatic consequences of climate change before then see the need to change their w they are willing to mak Transition' beyond petroleum The destroyers of our plan usurped us. In the first decad new century, we may have opportunity to throw off the s of corporate control. A petroleum world would offe opportunities for independen the globalist vision interdependence being foiste us. A post petroleum world provide scope for food sufficiency, not food security, the capitalist system offers. petroleum world would provi opportunity for people to lo real and lasting alternatives capitalist system.

In the closing paragraph o Seven Sisters, Anthony S makes a dire prediction abo future of the oil economy:

The road toward any eq control system will be a lo thorny one, and no solution acceptable to every nation. agreement over oil implies a fi towards some form of government. But for this reas reward will be far greater th security of oil supplies; it will beginning of a new kind of responsibility between nations which has been such a comb element in world conflicts in th may yet prove a lubricant for peace.

From the evidence presented i article, it would appear Sampson's prediction is coming 'The Transition' to the petroleum world is occurring will be used to usher in a new global governance and cor control. (Courtesy: new magazine. Com)

eekly **Nida-e-Khilafat** Lahore

ew Point

By SUSAN BRYCE

Global Manipulators Move Beyond Petroleum II

are the people making these atic claims? How did they reach sensational conclusions? What nce exists to back up claims that rst decade of the 21st century is beginning of the end for ocarbon man? This article will mpt to provide answers to these tions.

up, who are the people making dramatic claims? They are a ll but vocal group of international oleum geologists who have built mathematical models to predict oil production and the ensuing line of oil. They argue that it is when the oil runs out, that is ortant, but when peak production eached. Peak production signals half way mark, and the need to in the transition beyond roleum. The principal proponents the theory are Dr. Colin CJ mpbell, author of The Golden tury of Oil and the Coming Oil sis, and Dr. Jean Laherrere, whose rk has appeared in highly, pected oil industry journals.

mpbell and Laherrere are both roleum geologists with more than years experience. They currently rk for the Geneva based troconsultants", reputedly the rld's leading independent provider data and analysis for petroleum ploration and production. In their 95 report "World Oil Supply 1930 2050", Campbell and Laherrere nclude that the planet's oil supplies ll be exhausted much sooner than eviously thought. In making their ecast, Campbell and Laherrere ed a formula devised in the fifties geologist M. King Hubbert and ed with extreme accuracy oughout the oil industry to predict ak yield in individual fields.

who is listening to the likes of mpbell and Laherrere? Obviously oil companies and the automobile mpanies. The G8 group of leading industrial nations is also listening. Fears that the world is rapidly approaching oil production peak galvanised the G8 into action in March 1998 at a meeting in Moscow, where energy ministers officially adopted the views of Campbell and Laherrere.

The powerful International Energy Agency has also adopted the views of Campbell and Laherrere regarding the impending 'production peak' of oil. The IEA was established in 1974 with the aim of bringing OPEC to its knees.

The big picture here appears to be what the globalists are calling "the transition", or "The transition to Interdependence".

For many readers, the discussion so far will have provoked immediate cries of 'wolf'. We all remember the oil crisis of the 1970's. The oil didn't run out and it's not going to! But let us now take a look at some signposts that could indicate the end of hydrocarbon man.

1. The mad scramble for new energy sources

The world's economy, so far, has been driven by an abundant supply of cheap oil. A coming oil crisis would cause economic and political discontinuity of historic proportions. If the world really has reached the peak of oil production, then the transnational corporations (TNCs) need to position themselves as the providers of new energy sources. Otherwise they would lose control of the global economy.

2. Transport

The modern world – the global economy – could not exist without the low cost movement of people and commodities. Oil powered transport dominates the economic infrastructure that links and sustains the 'new economy.' Bill Ford's announcement that Ford motor company would work to replace the internal combustion engine with hydrogen fuel cells 'soon' follows the unveiling in March 2000 of three new fuel-efficient cars, made by leading automakers Ford, General Motors and DaimlerChrysler.

3. The agro-chemical companies

Modern agriculture is the use of land to convert petroleum into food. World agriculture is now highly dependent on oil and natural gas for fertilisers and pesticides. Billions of people now depend on food production that requires substantial inputs of petroleum fuels to power farm machinery, for fertilisers, herbicides and transport. Without these inputs, agricultural productivity would markedly decline.

If we consider that we are entering the post petroleum world, it makes sense for the agro-chemical giants to get out of chemicals and into the life sciences – genetic engineering. Now we begin to understand the concern with 'food security'.16 This is why the world's top transnational food corporations have suddenly become concerned with 'sustainability.'

4. E-commerce and the New Economy

The fundamental driver of the 20th century's economic prosperity was an abundant supply of cheap oil. If world oil demand increases significantly from the current 68 million barrels per day to near 94 million barrels per day in 2010 (as projected by the IEA), OPEC would be expected to increase production from the present 27 million barrels per day to as much as 48 million barrels per day. Then, in 2010, OPEC would be providing over half of the world's oil and could largely control world oil prices. OPEC has no current plans to increase oil production beyond current levels after 2000. To do so would require enormous capital investment in infrastructure and would